پیچ کلر کے اسٹائلش سے سوٹ میں ملبوس بڑا سا دوپٹہ سلیقے سے اوڑھے وہ کچھ حیران' کچھ پریشان سی اس خفا خفا سی آنکھوں والے شخص کے برابر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور مسلسل ایک ہی زاویے پر اپنی نظریں فوکس کیے ہوئے تھی اس کا ناراض ہم سفر بھی گردن اکڑائے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے مسلسل ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے یوں بیٹھا تھا جیسے اس وقت اس کے برابر میں ایک خوبصورت' نرم و نازک لڑکی کے بجائے کوئی مومی مجسمہ ایستادہ ہو۔ جس کے ہونے نہ ہونے سے اس کی ذات پر قطعاً" کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ گزشتہ دو گھنٹوں سے وہ دونوں ایک دوسرے کے وجود سے یونہی لاتعلق بنے سفر کر رہے تھے۔ یہ اور بات کہ ان کی یہ لاتعلقی بھی ان کے مابین کسی تعلق کی وجہ سے تھی۔

"یا اللہ۔ کب ختم ہوگا یہ سفر۔" ندا نے گویا تھک کر پہلو بدلا تھا۔ ساتھ ہی چور نظروں سے اپنے دائیں طرف دیکھنے کی کوشش کی۔ اسٹیئرنگ پر دھرے اس کے ہاتھوں کی انگلیاں کبھی کبھار تھرک اٹھتی تھیں۔ ہاتھوں سے ہوتے ہوئے نظریں چہرے کی جانب گئی تھیں اور پیشانی پر پڑے بل شمار کر کے قدرے مایوس سی پلٹی تھیں۔

چند روز پہلے تک ماہین کے ساتھ کچی کیریاں نمک لگا لگا کر کھاتے ہوئے بڑی اماں کے تخت پر چڑھ کر ان کے سامنے پڑے کپڑوں کے ڈھیر میں سے سب کے کپڑے الگ الگ تہہ کر کے الماری میں رکھتے ہوئے یا پھر بڑے ابا کے کمرے میں کسی موٹی سی کتاب کے ورق پلٹتے ہوئے وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ محض چند دن بعد ہی وہ یوں ان سب سے دور ہو کر اس ناراض سے شخص کے ساتھ محو سفر ہوگی اور وہ سب لوگ جو اس کے انتہائی عزیز تھے' یوں پیچھے رہ جائیں گے۔

"بڑی اماں اس وقت کیا کر رہی ہوں گی۔" بڑی اماں کا خیال آتے ہی دل میں ہوک سی اٹھی۔

"یقیناً مجھے ہی یاد کر رہی ہوں گی۔"

مکمل ناول

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

بے اختیار ہی اس کی آنکھ سے ایک آنسو اس کے گالوں پر آ ٹکا اور پھر جب سب یاد آئے تو ایک تواتر سے آنسو اس کے گالوں پر پھسلنے لگے۔ سب سے پہلے بڑے ابا ہی ذہن میں آئے تھے جو اپنے تمام تر جاہ و جلال اور شہو آفاق غصہ کے باوجود اس کے لیے محبت سے گندھا وجود تھے۔ اس سے بات کرتے وقت جو نرمی اور محبت بڑے ابا کے چہرے کا احاطہ کیے رکھتی تھی' وہ اکثر لوگوں کے لیے خاصی حیران کن ہوتی تھی۔

بڑے ابا کے بعد ماہین کا خیال آیا تھا جو اس کی صحیح معنوں میں ہمدم و ہم راز تھی لیکن اس بار وہ اس کے لیے کچھ نہ کر سکی اور غالب نے کیسا دھوکا دیا۔ ویسے تو دوستی کا سب سے بڑا دعوے دار تھا لیکن آج جب مشکل وقت آیا تو کیسے مسکرا مسکرا کر دیکھتا رہا۔ ذرہ بھر بھی مدد نہیں کی۔ خیر اب میں بھی' اس سے بالکل بات نہیں کروں گی۔" اس نے جیسے پکا فیصلہ کیا۔ "لیکن کیا خبر اب اس سے ملاقات کب ہو گی اور جانے ہو گی بھی یا نہیں۔" جیسا ان کا موڈ ہے' اسے دیکھ کر تو لگ رہا ہے کہ دنیا کے کسی تیسرے کونے میں لے جا کر ڈال دیں گے مجھے۔ کتنے اچھے دن گزر رہے تھے لیکن بڑے ابا نے سارا معاملہ ہی گڑبڑ کر دیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میرے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ حالانکہ کتنا سمجھانے کی کوشش کی تھی میں نے۔"

وہ دل ہی دل میں کیا حساب کتاب کر رہی تھی۔ ذہن میں ایک ایک کر کے بہت سے لمحات یوں تواتر سے آنے لگے جیسے کسی نے کوئی فلم لگا دی ہو۔ بڑی اماں' بڑے ابا' غالب' عاشر' ماہین اور ایمن کے ساتھ گزارے خوشگوار روز و شب اس کے ذہن میں تازہ ہو گئے [illegible] ڈر بھی لگ رہا تھا ساتھ بیٹھے صاحب بہادر سے۔ جس کی وجہ سے [illegible] پھر بھی کبھی کبھار کوئی سسکی لبوں کی قید سے آزاد ہو ہی جاتی تھی۔

گاڑی شہر سے کب کی باہر آ چکی تھی۔ مضافاتی علاقہ تھا' ہر طرف سبزہ ہی سبزہ۔ درمیان میں بل کھاتی لمبی سی سیاہ سڑک اور اس پر دوڑتی سفید رنگ کی چھوٹی سی سوزوکی مہران اور اس میں موجود دو نفوس۔ کتنا افسانوی سا منظر تھا۔ حق ہاہ۔ لیکن یہ حقیقی زندگی تھی' افسانوں سے کوسوں دور۔ جب ہی تو اس کے برابر میں موجود شخص پر اس کی غم ناک کیفیت کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

گاڑی اب بھی اسی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ فضا میں شام اتر آئی تھی۔ غالباً" عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ سڑک کے دونوں اطراف پھیلے کھیتوں میں کہیں کہیں بنے اکا دکا گھروں میں بھی کچھ زندگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ کسی کسی گھر سے اٹھتا دھواں بتا رہا تھا کہ اب ان گھروں کے صحنوں کے ایک کونے میں بنے کچے چبوترے اور مٹی کی لپائی کیے ہوئے چولہے پر مشتمل "کچن" میں شام کے کھانے کی تیاری شروع ہو چکی ہے۔

درختوں کے نیچے بندھے جانور پوری دوپہر ستانے کے بعد اب قدرے ہوشیار ہو کر ادھر ادھر نظریں گھما گھما کر دیکھنے میں مشغول تھے۔ سڑک کے کنارے بنی چھپر دکانوں کے مالکان پانی کی بالٹی سے ڈونگے بھر بھر کے اپنی دکانوں کے آگے چھڑکاؤ کر رہے تھے۔

وہ باہر نظریں دوڑاتے ہوئے یونہی بے معنی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی۔

گاؤں کی حدود ختم ہو کر ایک بار پھر کوئی چھوٹا شہر شروع ہو رہا تھا۔

اس نے اپنی نظریں ایک بار پھر گاڑی کے اندر مرکوز کر لیں۔ ڈیش بورڈ پر ایک ٹشو کا ڈبہ رکھا تھا۔ دو چار کیسٹ کور بکھرے ہوئے تھے۔ بیک مرر کے بالکل اوپر ایک چھوٹا سا بھالو لٹکا ہوا تھا۔ ہاں ایک موبائل بھی موجود تھا۔ باقی ٹوٹی پھوٹی چیزوں کے برعکس موبائل بالکل نیا نکور تھا۔ پتہ نہیں کون سا ماڈل تھا۔ ندا کی معلومات اس معاملے میں بالکل صفر تھیں۔ سب چیزوں سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں اسٹیئرنگ پر

دھرے ہاتھوں تک آپہنچیں اور اضطراری انداز میں بجتی انگلیوں پر نظر پڑتے ہی وہ گویا ایک بار پھر حقیقت کی دنیا میں لوٹ آئی۔

"بڑے ابا کے سامنے اتنے خراب موڈ کا مظاہرہ کر کے آئے ہیں، نجانے میرے ساتھ کیا کریں گے۔" پھر وہی اندیشہ۔ ساری سوچیں گھوم پھر کر اسی ایک نکتہ پر پہنچ کر ختم ہو رہی تھیں۔

تھک ہار کر اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں ہی موند لیں پھر غالباً اس کی آنکھ لگ گئی تھی کیونکہ جب گاڑی ایک جھٹکے سے رکنے پر اس نے آنکھیں کھولیں تو باہر مکمل اندھیرا ہو چکا تھا۔ غالباً منزل بھی آگئی تھی کیونکہ اس کا ہم سفر اب گاڑی بند کر کے دروازہ کھول رہا تھا۔ اس کے اترنے کے بعد وہ بھی اس کی تقلید میں گاڑی سے نکل آئی۔

"کیا بات ہے؟" اپنے مخصوص روکھے لہجہ میں بولتے ہوئے اس نے ندا کو دیکھا۔

"جی؟" ندا کو غالباً اس کا سوال سمجھ میں نہیں آیا۔

"میں کہہ رہا ہوں کیوں باہر آئی ہو گاڑی سے۔ بیٹھو ابھی میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ حکم حاکم مرگ مفاجات کی عملی تصویر بنی ایک بار پھر گاڑی میں آبیٹھی۔ یہ غالباً کسی کالونی کی سڑک تھی کیونکہ سڑک کے دونوں اطراف چھوٹے بڑے خوبصورت سے گھر ایک ترتیب سے بنے ہوئے تھے۔

وہ چپ چاپ ہادی کو جاتا دیکھتی رہی۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ دائیں جانب ایک نسبتاً چھوٹی گلی میں مڑ گیا تھا، وہ الجھ سی گئی۔

"کہاں گئے ہیں یہ۔" اس نے ناسمجھی کے عالم میں اردگرد نظریں دوڑائیں۔ اسے گئے کافی دیر ہو گئی تو وہ یکدم پریشان ہو گئی۔

"مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔" وہ اپنی ہتھیلیاں مسلنے لگی۔

"کہیں بھاگ تو نہیں گئے۔" بے دھیانی میں اس نے خود کلامی کی تھی۔

"ان کا کیا ہے، میں تو ان کے سر پر بوجھ کی طرح دھر دی گئی ہوں۔ اب اگر وہ نہ آئے تو میں کیا کروں گی۔ اجنبی شہر اور پھر بے رات کا وقت۔"

پھر اچانک نظریں موبائل پر جا رکی تھیں۔ بے اختیار موبائل اٹھا کر گھر کا نمبر ملایا لیکن افسوس کریڈٹ ختم تھا۔

"موبائل تو اتنا شاندار لے رکھا ہے، کارڈ نہیں ڈلوا سکتے۔"

اس نے موبائل پٹخ دیا۔ آنکھیں ایک بار پھر ڈبڈبا گئی تھیں۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں پر گرا لیا۔ آنسو روانی سے بہنے لگے تھے۔ اچانک ہی گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ اس نے نہایت سرعت سے سر اٹھایا۔ آنے والا ہادی ہی تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے ندا پر نظر ڈالی۔

"کیا بات ہے، رو کیوں رہی ہو؟" اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بے نیازی سے پوچھا۔ اب وہ کیا بتاتی، سو وہ چپ ہی رہی۔

"میں اپنے دوست کے گھر گیا تھا چابی لینے، میری غیر موجودگی میں گھر کی چابیاں اسی کے پاس ہوتی ہیں، اس کا ملازم صفائی کر دیتا ہے۔" پہلی بار اس نے ندا سے اتنی لمبی بات کی تھی لیکن لہجہ بدستور خشک ہی تھا۔

اس بار سفر زیادہ لمبا نہیں تھا، دو چار موڑ مڑنے کے بعد گاڑی دوبارہ رک گئی تھی۔ ہادی گاڑی سے نکلا لیکن وہ احتیاطاً گاڑی میں ہی بیٹھی رہی کہ کہیں ایک دفعہ پھر وہ اسے ڈانٹ نہ دے۔

"یہاں تمہارے استقبال کے لیے کوئی نہیں ہے، لہٰذا خود ہی گاڑی سے اترنا پڑے گا۔" اس نے بدستور بیٹھا دیکھ کر رکھائی سے کہا تو وہ خجل ہوتے ہوئے گاڑی سے باہر نکل آئی۔

اتنی دیر میں وہ گیٹ کھول چکا تھا، کچھ جھجکتے ہوئے اس نے قدم اندر رکھا۔

"گھر تو خوبصورت ہے۔" وہ وہیں پورچ کے ایک کونے میں کھڑی گھر کا جائزہ لے رہی تھی۔ ہادی گاڑی

UrduPhoto.com

اندر لا کر گیٹ لاک کر چکا تھا۔ ڈکی سے سامان نکالنے کے بعد وہ ندا کی طرف دیکھے بغیر اندر کی جانب بڑھ گیا جیسے پتا ہو کہ وہ پیچھے پیچھے چلی آئے گی۔ اگر ندا کے پاس موقع ہوتا تو وہ کبھی اس کی یہ توقع پوری نہ کرتی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس وقت مکمل طور پر اس شخص کے رحم و کرم پر تھی' سو پیچھے چلنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لاؤنج میں سامان رکھ کر وہ کسی اور کمرے میں گم ہو گیا تھا' وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔

''اب کیا کروں؟'' بڑا سا سوالیہ نشان اس کے سامنے تھا۔ دس پندرہ منٹ بعد جب وہ دوبارہ وہاں آیا تو وہ ہنوز اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

''تم ابھی تک یہاں بیٹھی ہو۔'' وہ استعجابیہ انداز میں پوچھتے ہوئے اس کے قریب آ رکا۔

''دیکھو' میرے پاس رسمی باتوں اور تکلفات کے لیے نہ تو وقت ہے اور نہ ہی ٹمپرامنٹ۔ یہ سائیڈ والا کمرہ میں گیسٹ روم کے طور پر استعمال کرتا ہوں' تم اس میں اپنا سامان رکھ لو اور یوں چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے میری طرف نہ دیکھا کرو' مجھے الجھن ہوتی ہے۔ عرصہ ہوا مجھے اکیلا رہنے کی عادت ہو چکی ہے اور اب تمہیں بھی خود کو اسی روٹین میں ایڈجسٹ کرنا ہو گا۔''

وہ اپنی بات مکمل کر کے وہیں ٹی وی کھول کر بیٹھ گیا جبکہ ندا اپنا سامان جو ایک سوٹ کیس اور بیگ پر مشتمل تھا' اٹھا کر اس کے بتائے ہوئے کمرے میں آ گئی۔

کمرے کی سجاوٹ میں سادگی کا عنصر غالب تھا۔ چاروں طرف ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے اس نے سامان ایک سائیڈ پر رکھا اور خود دیوار گیر الماری کے پٹ میں نصب بڑے سے قد آدم آئینے کے سامنے آ رکی۔ چار گھنٹے پر محیط سفر کے نشانات چہرے پر موجود تھے رہی سہی کسر متواتر رونے سے پوری ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک آئینہ دیکھتے رہنے کے بعد وہ دوپٹہ بیڈ پر ڈال کر بیگ سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔ دس پندرہ منٹ تک شاور لینے کے بعد وہ تر و تازہ ہو کر فریش ہو کر باہر نکلی تھی۔

گیلے بال سلجھا کر دوپٹہ شانوں پر پھیلا کر اس نے سا دروازہ کھول کر باہر جھانکنے کی کوشش کی۔ صاحب بہادر غائب تھے۔ سکون کا سانس لیتے ہوئے وہ لاؤنج میں آ گئی۔ بھوک سے برا حال ہو رہا تھا اور کچن کس طرف ہے' یہ معلوم کرنا فی الوقت سب سے اہم تھا۔ لاؤنج کے بیچوں بیچ کھڑی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ نجانے کہاں سے وہ پھر آن ٹپکا۔

''وہ... میں... کچن میں جانا چاہ رہی تھی۔'' اس کی سوالیہ نظروں کی جواب میں وہ جلدی سے بولی۔ اس نے کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھ کر گیلری کے کونے میں موجود دروازہ کھول دیا۔

وہ چپ چاپ کچن میں آ گئی۔ کچن ویسا ہی تھا جیسا کسی تنہا مرد کے گھر میں ہو سکتا تھا' بے ترتیب اور گندا تھی۔ فریج کھول کر دیکھا' وہاں بھی یہی حال تھا سوائے انڈوں کے اور کوئی قابل ذکر چیز موجود نہ تھی۔ ادھر ادھر کچھ ڈبے کھول کر دیکھے کہ شاید کہیں دال یا چاول وغیرہ مل جائیں لیکن کچھ نہ پا کر اس نے انڈے ہی پھینٹ لیے۔ آٹا گوندھ کر روٹی بناتے ہوئے اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ صرف اپنے لیے روٹی پکائے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر کیا رکھنا۔

بہر حال روٹی پکا کر جیسے تیسے وہیں کھڑے ہو کر کھائی۔ باقی ڈھانپ کر ہادی کے لیے رکھ دی اور ایک بار پھر ''اپنے'' کمرے میں چلی آئی۔ الماری کھول کر دیکھی' تھوڑا بہت سامان رکھا تھا جسے سمیٹ کر اس نے ایک خانے میں منتقل کیا اور پھر اپنا سامان سیٹ کرنے لگی۔ یہ کام بھی بیس پچیس منٹ کا تھا۔ اس سے فراغت پا کر اس نے عشاء کی نماز پڑھی اور لائٹ بند کر کے بیڈ پر آ لیٹی۔ حالانکہ اس وقت شدت سے چائے کی طلب ہو رہی تھی لیکن اس کی موجودگی میں اپنے لیے تکلفی کا مظاہرہ کرنے کا دل ہی نہیں چاہا۔ اس خواہش دباتی وہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ آنکھیں موند تے ہی پچھلے کچھ دن اپنی پوری جزئیات کے

UrduPhoto.com

یاد آتے چلے گئے۔

بڑے ابا کا گرجنا، بڑی اماں کی جھنجلاہٹ، صاحب بہادر کی دھمکیاں، سب کچھ ذہن میں تازہ ہو گیا۔ اس منظر میں اگر کوئی خاموش تماشائی تھی تو وہ ندا منصور تھی جو فریقین کے دلائل اور دو طرفہ مکالمات یوں سنتی رہی جیسے موضوعِ سخن اس کی ذات نہیں بلکہ پاس پڑوس کی کوئی ہستی ہے لیکن کہتے ہیں ناکہ وقت کے ساتھ ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ سو اس کا مسئلہ بھی حل ہو ہی گیا۔ یہ اور بات کہ اس طرح وہ نہ تین میں رہی اور نہ تیرہ میں۔ ان ہی سوچوں میں الجھتی وہ نجانے کس وقت نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔ یہ اور بات کہ خواب میں بھی صاحب بہادر کے چہرے کے بگڑے زاویے ہی ڈراتے رہے۔ صبح اس کی آنکھ کھلی تو فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ نماز پڑھ کر اس نے کمرے سے باہر جھانکا۔ پورے گھر میں طاری سناٹے کو محسوس کر کے وہ ایک بار پھر بیڈ پر آ لیٹی۔ خیال تھا کہ کچھ دیر تک ہادی کے اٹھنے کا انتظار کر کے کچن میں جا کر ناشتے کا بندوبست کرے گی لیکن یہ خیال محض خیال ہی رہا۔

لیٹتے کے ساتھ ہی ایک بار پھر آنکھ لگ گئی تھی پھر تو اسی وقت ہوش آیا جب دھڑا دھڑ دروازہ بجایا گیا۔ کچھ دیر تو اسے ساری صورتِ حال سمجھنے میں لگی پھر حواس بیدار ہوئے تو فوراً اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ہادی آفس جانے کے لیے بالکل تیار تھا۔

”جی؟“ اس نے ہونق پن سے دریافت کیا۔

”میں آفس جا رہا ہوں، گیٹ بند کر لو۔“ مختصر سی بات کر کے وہ پلٹ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے بال سمیٹتی اس کے پیچھے چلی آئی۔

”تمہارے ناشتے کا سامان کچن میں رکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچن کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہو مجھے بتا دینا بلکہ لسٹ بنا کر رکھنا شام کو لا دوں گا۔“

گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے ایک بار پھر وہ اس سے مخاطب ہوا۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ دل میں تھوڑی خوشی بھی ہوئی تھی کہ یہ بالا بالا اسے خاتونِ خانہ کا منصب تفویض کر ہی دیا تھا۔ اس کے روانہ ہونے کے بعد وہ

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

★ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے،
★ نئے بال اگاتا ہے
★ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
★ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے یکساں مفید
★ ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

”سوہنی ہیئر آئل“ 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک شیشی کی قیمت صرف /60 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوائیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں

قیمت /60 روپے

ایک شیشی کے لیے ـــــ /80 روپے
2 شیشیوں کے لیے ـــــ /140 روپے
3 شیشیوں کے لیے ـــــ /210 روپے

نوٹ! اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں

منی آرڈر بھیجنے کے لیے ہمارا پتا:

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور ایم اے جناح روڈ کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی فون نمبر 2735021

گیٹ بند کر کے اطمینان سے پلٹی۔ اب وہ گھر کا جائزہ لینے کے لیے آزاد تھی۔ سب سے پہلے اس نے ہادی کے کمرے کا رخ کیا۔ کچن کے برعکس یہاں خاصی ترتیب تھی۔

کمرے کی سجاوٹ میں کلر اسکیم کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ فرنیچر بھی نسبتاً "سادہ لیکن اسٹائلش تھا۔ ندا نے بے اختیار ہی اس کی چوائس کو سراہا تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں رائٹنگ ٹیبل، کمپیوٹر اور بک ریک بھی موجود تھا۔ گویا ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔

کچھ دیر تک گرد و پیش کا جائزہ لینے کے بعد وہ الماری کی طرف بڑھی۔ وہاں کا حال البتہ بدتر تھا۔ الماری کھلتے ہی کپڑوں کا ایک ڈھیر اس پر گرنے کو تھا کہ اس نے جھٹ سے دونوں پٹ بند کر ڈالے۔

"عجیب متضاد شخصیت کے مالک ہیں۔ کمرہ بالکل کسی سگھڑ بی بی کی طرح سیٹ کر رکھا ہے اور الماری کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں۔"

بہرحال ہادی کے کمرے کے جائزے سے فراغت پاکر اس نے باقی گھر کا معائنہ شروع کیا۔ دو بیڈ روم، ایک ڈرائنگ روم، لاؤنج، اسٹور اور کچن۔ گھر کے پچھلے حصے میں بڑا سا صحن تھا جس کی اینٹوں کے سرخ رنگ پر مٹی کی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ وہاں تھوڑی دیر تک چہل قدمی کرنے کے بعد وہ کچن میں چلی آئی۔

شیلف پر بازار سے لائی گئی چیزیں ایک ڈھیر کی صورت میں پڑی تھیں۔ ڈبل روٹی، دودھ کے پیکٹ، جام، انڈے، اچار، وغیرہ وغیرہ۔ اس نے ناشتے کے لوازمات دیکھے۔ ڈبل روٹی تو اس کے حلق سے بمشکل ہی اترتی تھی۔ ہاں اچار پراٹھا مل جائے تو کیا کہنے۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا پھر حسب خواہش ناشتہ کر کے چائے کا کپ لے کر وہ لاؤنج میں [illegible] بیٹھی۔

چائے پیتے ہوئے ٹی وی پر خبریں بھی سن لیں۔ پورے ملک میں سب [illegible] پیش تر تھا۔ کسی بھی قسم کی تبدیلی کے آثار نہ پاکر اس نے اکتا کر ٹی وی آف کر دیا۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ کیا کیا جائے۔ کرنے کو تو بہت سے کام تھے، پورا گھر اس کے سامنے تھا۔ صفائی کرنا چاہتی تو بہت سا وقت گزر جاتا۔ نمبر بنانے کے لیے ہادی کی الماری سیٹ کی جاسکتی تھی پھر کچن کو بھی درست حالت میں لانا تھا۔ لیکن پھر بیک جنبش قلم سب کام خود ہی رد کر ڈالے۔

"موصوف کا مزاج پہلے ہی تیتا مرچ کا سا ہے اگر میں نیک پروین بن کر سارے کام کرنے لگی تو سمجھیں گے ان کا دل جیتنے کے لیے پاپڑ بیل رہی ہوں۔ مزید پھول جائیں گے۔ اوہیں، مجھے کیا ضرورت ہے خود کو ہلکان کرنے کی۔"

اس نے بڑی اماں کی ساری نصیحتوں اور ہدایتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مزے سے سوچا اور پھر دوپہر تک سونے کا فیصلہ کرتے ہوئے کمرے میں آگئی۔ اتنے عرصہ بعد تو اس طرح سے سونے کا موقع ملا تھا۔ شام تک فراغت تھی، وہ اس خوبصورت چانس کو ضائع کیسے کرتی۔ اگر ماہین اسے یوں بے فکری سے سوتے دیکھ لیتی تو غش کھا جاتی۔ دوپہر کو وہ صرف نماز پڑھنے کے لیے اٹھی تھی اور نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئی تھی۔

چار بجے کا وقت ہو گا جب ہادی آفس سے لوٹا۔ دل میں خدشہ تھا کہ اکیلی لڑکی، اکیلا گھر اور نئی جگہ۔ کہیں بے چاری گھبرا کر بے ہوش ہی نہ ہو جائے۔ شکل سے وہ شاید اتنی ہی بزدل لگتی تھی۔ بہرحال لاشعوری طور پر اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے وہ گھر چلا آیا۔ چابی اس کے پاس ہی تھی۔

گھر کے اندر قدم رکھتے ہی سناٹے کا سا احساس ہوا۔ سب سے پہلے اس نے لاؤنج میں نظریں دوڑائیں کہ شاید کسی کونے میں دبکی بیٹھی ہو۔ لاؤنج خالی بھائیں بھائیں کرتا ہوا۔ کچن میں گیا تو وہاں بھی کوئی نہیں۔ سب چیزیں ویسی کی ویسی تھیں جیسے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ کھانا پکنے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ کچھ حیران ہوتا ہوا اس کے کمرے کی سمت آیا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی، جواب ندارد۔ کچھ سوچ کر اس نے دروازہ کھول کر اندر دیکھا۔ نیم اندھیرے کمرے میں بیڈ پر اسے دراز دیکھ کر وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ ایک دو بار کھنکھارا

بھی جب اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی تو وہ قدرے پریشان ہو کر اس پر جھکا تھا کہ کہیں واقعی بے ہوش تو نہیں ہو گئی۔ چلتے وقت اماں نے بطور خاص تاکید کی تھی۔

"بچی کا دل بہت کمزور ہے' حساس طبیعت کی مالک ہے' خیال رکھنا۔"

اس پر جھکا ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے تب ہی اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ ایک پل کو تو اسے بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا معاملہ ہے۔ وہ یہی سمجھی کہ خواب میں چونکہ اسے ہی دیکھ رہی تھی تو اب آنکھیں کھلنے پر بھی اس کی ہی شبیہہ سامنے ہے لیکن اس کے آنکھیں کھولنے پر جس طرح وہ سیدھا ہوتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ خواب ختم اور حقیقت شروع ہو چکی ہے۔

"آپ آگئے۔" اس نے اٹھتے ہوئے یونہی پوچھ لیا۔ کرنے کو کوئی اور بات جو نہیں تھی۔

"جی ہاں۔ میں تو آہی گیا ہوں لیکن آپ کا جو حال ہے وہ خاصا خطرناک ہے۔ جتنی بے ہوش ہو کر آپ سو رہی تھیں' ایسے میں کوئی بھی آکر گھر کا صفایا کر سکتا تھا۔"

اس نے اس کے سونے پر طنز کیا۔ آفس سے جلدی اٹھنے پر اور اندیشوں کے غلط ثابت ہونے پر وہ جھنجلا گیا تھا۔

"آپ کے پاس تو چابی تھی' کوئی اور کیسے آسکتا ہے۔" وہ اتنی بھی معصوم نہیں تھی' وہ بھنا کر رہ گیا۔

"دیواریں بہت نیچی ہیں' کوئی بچہ بھی پھلانگ سکتا ہے۔" اس نے اب ڈرانا چاہا۔

"کوئی بات نہیں' میں کمرہ لاک کر کے سو جایا کروں گی۔" اس نے اطمینان دلایا۔

"[illegible] کمرہ لاک کر کے سو جاؤں گی۔ پہلے تو مرے ہی تو میرے لیے سب سے زیادہ اہم ہیں۔" اس نے دل ہی دل میں اس کی نقل اتاری۔ [illegible] سونا منظور ہے' یہ نہیں کہہ سکتی تھی۔ "آئندہ احتیاط کروں گی۔"

وہ جتنا بھنتا کمرے سے نکل گیا اور بستر سے نیچے ٹانگیں لٹکائے ندا سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہی تھی کہ کیا واقعی یہ گھر اتنا غیر محفوظ ہے یا ہادی نے محض ڈرانے کے لیے کہا ہے۔

☼ ☼ ☼

گیٹ پر بیل ہو رہی تھی۔ ہادی مارکیٹ گیا ہوا تھا' پہلے تو سوچا کہ شاید وہی ہے لیکن اس کے پاس چابی ہوتی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ گیٹ پر چلی آئی۔ پہلے کی ہول میں سے جھانک کر دیکھا۔ ایک خاتون دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے مطمئن ہو کر گیٹ کھول دیا۔ وہاں ایک کے بجائے دو خواتین تھیں۔ ایک ذرا بڑی عمر کی اور دوسری اسی کی عمر کی لڑکی۔ انہیں گیٹ کھلنے پر غالباً" ندا کے نظر آنے کی توقع نہیں تھی' جب ہی آنکھیں پھاڑے اسے تک رہی تھیں۔

"جی؟" ندا نے مسکراہٹ سے نواز کر ان کی حیرانی کم کرنا چاہی۔

"وہ ہادی۔۔۔" خاتون نے فقرہ ادھورا چھوڑا۔

"آپ لوگ اندر آجائیں۔" ندا کو یوں گیٹ پر کھڑے ہو کر بات کرنا مناسب نہیں لگا' اسی لیے انہیں لے کر اندر چلی آئی۔ "بیٹھیے پلیز۔" اس نے رسم میزبانی نبھانا چاہی۔

"ہم یہ لے کر آئے تھے۔" خاتون نے لڑکی کے ہاتھ سے پلیٹ لے کر اس کی جانب بڑھائی تھی جو ندا نے شکریہ کے ساتھ تھام لی۔

"میں مسز وسیم ہوں اور یہ میری چھوٹی بہن ہے صائمہ' اسی لین کے آخر میں گھر ہے ہمارا۔" ندا کو دیکھ کر جو شاک لگا تھا' خاتون نے بمشکل اس سے نکلتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

"میں ندا ہوں' آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" اس نے مبہم سا تعارف کروایا۔

"آپ ہادی کی۔۔۔" خاتون نے جھجکتے ہوئے دوبارہ سوال کیا۔ اس سے پہلے وہ اپنا مفصل تعارف کروائی گیٹ کھلنے کی آواز آئی۔

UrduPhoto.com

"شاید ہادی آگئے ہیں۔"
ہادی جیسے ہی سازو سامان سے لدا پھندا اندر آیا' ندا کے ساتھ دونوں خواتین کو بیٹھا دیکھ کر کچھ حیران رہ گیا خواتین نے بڑے پرتپاک انداز میں اس سے سلام دعا کی تھی۔ اس نے بھی خاصا مسکرا کر ان کا حال احوال دریافت کیا۔ ندا نے غور سے ہادی کے چہرے کو دیکھا۔

"او تو گویا ہٹلر جونیئر کو مسکرانا بھی آتا ہے' ویری گڈ۔" اس نے دل ہی دل میں سراہا۔

وہ لوگ ہادی سے اتنے دنوں کی غیر حاضری کا سبب جاننا چاہ رہی تھیں' ہادی نے پتہ نہیں کیا جواب دے کر مطمئن کیا۔ وہ تو سامان اٹھا کر کچن میں چلی آئی تھی۔ ان لوگوں کا اتنی جلدی اٹھنے کا ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔ ندا کچھ سوچ کر چائے بنانے لگی۔ کان لاؤنج سے آنے والی باتوں کی آواز پر ہی لگے ہوئے تھے۔ زیادہ تر مسز وسیم ہی بول رہی تھیں۔ لڑکی خاموش بیٹھی تھی۔ کچھ دیر بعد جب ندا چائے لے کر اندر گئی تو انہیں ایک بار پھر ہادی سے اس کا تعلق جاننے کا خیال آیا۔

"یہ کون ہیں؟" ہادی سے پوچھا گیا۔

"کباب لائی ہیں آپ۔ آہاہ۔" سوال یکسر نظرانداز کرکے بے تکلفی سے پلیٹ اٹھائی گئی۔

"یہ آپ کی..." فقرہ ادھورا چھوڑا گیا۔

"بڑے لذیذ ہیں بھئی! مزہ آگیا۔" کباب کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے ایک بار پھر ان سنی کردی۔

ندا تپ گئی۔ جھنجلاہٹ دباتے ہوئے وہ واپس کچن میں ہی چلی آئی۔ خاتون نے پہلے تو مسکرا کر کبابوں کی تعریف وصول کی پھر ساتھ یہ بھی بتایا کہ یہ ان کی بہن نے بنائے ہیں لیکن آخری بات وہی ٹکی تھی اس کے متعلق۔ اس بار واضح انداز میں پوچھا گیا۔

"کیا لگتی ہیں آپ کی یہ؟"

"میری مسز ہیں۔" ہادی نے بھی بلی بالآخر تھیلے سے باہر نکال ہی دی۔

"بس میرے سامنے اپنے منہ سے مجھے اپنی مسز تسلیم کرنا نہیں چاہ رہے تھے' کم از کم میں خوش

ہو جاؤں۔"

اس نے آزردگی سے سوچا شاید حقیقت بھی تھی کہ ہادی اس کے متعلق کچھ نہ بتا کر کالونی میں ا ریپوٹیشن خراب کرنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا حقیقت ہی بتانی پڑی۔ اس کے بعد وہ خواتین بش پانچ دس منٹ اور بیٹھی ہوں گی۔ ندا ان کا مسئلہ ا طرح سمجھ گئی تھی۔ انہوں نے اپنی بہن کے سگھڑ کی جتنی تعریفیں کی تھیں' وہ ان لوگوں کا مطمع نظ کرنے کے لیے کافی تھیں۔ یہ جاننے کے بعد ک پہلے سے ہی "بک" ہے۔ ان کے ارمانوں پر کافی پڑ گئی تھی۔ بجھے بجھے چہرے اور مصنوعی مسکراہٹ ساتھ وہ رخصت ہوئیں۔ ہادی گیٹ تک ا چھوڑنے گیا۔

ندا کچن میں ہی کھڑے ہو کر اس کی لائی گئی دیکھنے لگی۔

"تم نے لسٹ تو بنائی نہیں تھی' اندازے چیزیں لایا ہوں۔ اگر کچھ کمی بیشی ہو تو بتا دینا' کل گا؟" کچن کے دروازے پر آکر وہ بولا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد وہ دوبارہ پہلے وال میں آچکا تھا۔ ندا نے محض گردن ہلانے پر اکتفا لاؤنج میں جا کر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا اور وہ سو تھی کہ رات کے کھانے کے لیے کیا پکائے۔ کچھ کر اس نے مونگ کی دال صاف کرلی۔ ہادی کی ناپسند کے متعلق تو بڑی اماں اور ماہین نے اسے کا بتا رکھا تھا۔ دالوں میں اسے مونگ کی بھنی ہوئی اچھی لگتی تھی۔ ویسے تو اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کیا شوق سے کھائے گا ا نہیں۔ اصل بات یہ تھی کہ مونگ کی دال اسے بھی پسند تھی اور پکانے میں وقت بھی کم لگتا تھا۔

تھوڑی سی محنت کے بعد حسب توقع بڑی مز دال بنی تھی۔ آٹا وہ پہلے ہی گوندھ چکی تھی' جلدی روٹیاں پکالیں۔ پیالی میں اچار نکالا اور سب چیز ٹرے میں رکھ کر لاؤنج میں چلی آئی۔ پہلے تو دل کہ کچن میں اکیلے ہی کھانا کھالے لیکن پھر بڑی اماں

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

ڈھیر ساری نصیحتوں کو یاد کرتے ہوئے کھانا اکٹھے کھانے کو ترجیح دی۔

ہادی صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے چپ چاپ ٹیبل پر سے اخبار اٹھایا' کارپٹ پر بچھا کر ٹرے اس پر رکھی۔ واپس کچن میں آکر پانی کی بوتل نکالی۔ گلاس اٹھائے۔ یہ چیزیں بھی لے جا کر رکھ دیں۔ ہادی بدستور اسی پوزیشن میں لیٹا ہوا تھا۔

"کھانا کھالیں۔" بالآخر مخاطب کرنا ہی پڑا اور وہ شاید یہی سننے کا منتظر تھا۔ ریموٹ سے ٹی وی آف کرتے ہوئے اٹھ گیا۔ ایک نظر دسترخوان پر سجے لوازمات پر ڈالی۔

"کباب کہاں ہیں؟" مسز وسیم کے کباب کچھ زیادہ ہی پسند آگئے تھے۔ وہ چپ تو رہی لیکن کباب بھی لا کر رکھ دیے اور پھر اس کی ڈھٹائی پر کھولتی رہی۔ مجال ہے جو دال کے ڈونگے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بھی ہو۔ اتنی محنت سے پکائی گئی دال کی یہ بے قدری اسے سخت گراں گزر رہی تھی۔ بڑا تاؤ آیا لیکن پانی کے بڑے سے گھونٹ کے ساتھ غصہ بھی اندر اتار لیا۔

"کباب واقعی مزے کے ہیں۔" خود کلامی کے سے انداز میں تبصرہ کیا گیا۔

"ہمسائی کے گھر سے آئی چیزیں اکثر مزے کی ہی لگتی ہیں۔"

اس سے رہا نہیں گیا۔ لہجہ اگرچہ سرسری ہی رکھا تھا لیکن بات کی تہہ میں چھپا طنز ہادی تک یقیناً پہنچ گیا تھا' جب ہی تو اسے گھور کر دیکھا گیا لیکن وہ بڑے مزے سے بات کہہ کر دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

کھانے کے بعد ہادی نے تھوڑی دیر تک ٹی وی پروگرام دیکھے پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ بھی برتن سمیٹ کر تھوڑی دیر بعد اپنے کمرے میں آگئی۔

"تو گویا پہلا دن ختم ہوا۔" بستر پر لیٹتے ہوئے اس نے سوچا۔ دن تو یقیناً ختم ہو چکا تھا لیکن رات ابھی باقی تھی' طویل رات۔ آج سارا دن جس طرح اس نے گزارا تھا اس کے بعد جلد نیند آنے کا کوئی چانس نہیں تھا۔ ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے کمرے کی چھت پر نظریں مرکوز کر دیں۔ زندگی کتنے روپ بدل کر سامنے آتی ہے۔ بہت سے نشیب و فراز ایسے ہوتے ہیں جن سے گزرنے کے بعد انسان ایک نئے روپ میں سامنے آتا ہے۔ پہلے سے بہت مختلف روپ میں۔ یہ حالات کا سانچہ ہوتا ہے' جو ہر حال میں بندے کو اپنے مطابق ڈھال لیتا ہے۔ اس کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا تھا۔ حالات کے گرم و سرد تھپیڑوں کا سامنا کرنے کے بعد ایک وقت ایسا آیا تھا' جب زندگی میں پھر سے کچھ سکون در آیا تھا لیکن بڑے ابا کے ایک ہی فیصلے نے سارا اطمینان اور سکون تلپٹ کر دیا تھا۔ اب نجانے زندگی اور کیا روپ بدل کر سامنے آتی لیکن سچ تو یہ تھا کہ اب وہ بہت تھک چکی تھی۔ اس کی شکستہ ذات قسمت کی کسی مزید ستم ظریفی کی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔

"بڑے ابا' آپ کے عجلت بھرے فیصلے نے مجھے بہت مشکل میں ڈال دیا ہے۔" اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے دل ہی دل میں بڑے ابا سے شکوہ کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

بڑے ابا کو اس نے پہلی بار اس وقت دیکھا تھا جب وہ چودہ برس کی تھی' وہ اس وقت بالکل ایسی ہی تھی جیسی اس عمر کی لڑکیاں ہوا کرتی ہیں۔ سیدھی سادی معصوم سی' زمانے سے ناآشنا' موہنی سی صورت' بڑی بڑی آنکھیں' انداز میں کسی حد تک لاپروائی۔ چہرے پر بچپن کی معصومیت کا تاثر قائم تھا لیکن انداز میں کچھ جھجک پیدا ہو گئی تھی۔ بڑے ابا نے بھی جب اسے دیکھا تو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"ارے منصور! ہماری گڑیا تو بڑی ہو گئی ہے۔" انہوں نے اس کے سلام کے جواب میں سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ کر مسکرا دی۔ بابا اسے دیکھ کر بشاشت سے مسکرائے تھے لیکن ان کی مسکراہٹ میں چھپے تفکرات بڑے ابا پر فوراً ہی عیاں ہو گئے

UrduPhoto.com

تھے۔ سوانہوں نے اسے "فوراً" ہی مزے دار سی چائے لانے کو کہا وہ سر ہلاتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی۔

بڑے ابا بابا کے بچپن کے دوست تھے۔ بابا بتاتے تھے کہ ان لوگوں کا بچپن اور پھر جوانی کا بڑا حصہ اکٹھے گزرا۔ یک جان دو قالب والا معاملہ تھا۔ ان کی دوستی کی دھوم دور دور تک تھی۔ بابا نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ جبکہ بڑے ابا سرکاری ملازمت میں آ گئے۔ عملی زندگی کا بھی کچھ حصہ تو ایک ہی شہر میں گزرا۔

بڑے ابا ریلوے میں تھے' سو پورے ملک میں گھومتے پھرتے ملازمت کی جبکہ وہ لوگ ایک ہی شہر میں رہے۔ سال چھ مہینے بعد بابا ان سے ملنے چلے جاتے تھے۔ خط و کتابت بھی باقاعدگی سے ہوتی تھی۔ وہ چھ سال کی تھی جب امی کا انتقال ہوا۔ بڑے ابا اس وقت بھی آئے تھے' ساتھ بڑی اماں بھی تھیں لیکن وہ وقت ایسا تھا کہ اسے اپنا ہی ہوش نہیں تھا' کہاں کے بڑے ابا اور کیسی بڑی اماں۔ وہ تو دن رات اپنی پیاری امی کو ہی تلاشتی رہتی جو اچانک کہیں کھو گئی تھیں۔

بابا بالکل گم صم ہو گئے تھے' اپنے کمرے میں بند رہتے۔ بڑے ابا اور بڑی اماں نے انہیں تسلی دینے کی اپنی سی بہت کوششیں کر لی تھیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بابا نے اپنے آپ کو سنبھال کر اپنی تمام تر توجہ ندا کی طرف مبذول کر لی۔ اس کے بعد بڑے ابا کے خطوط تو متواتر آتے رہتے۔ البتہ ان کا آنا نہ ہوا اور اب وہ طویل عرصے بعد آئے تھے' شاید آٹھ سال بعد۔ جب بابا کو پہلا ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔

کہاں تو اتنے سالوں سے کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آ کر انہیں آنے سے روک دیتی تھی اور کہاں خط ملنے کے صرف دو دن بعد ہی وہ بابا کے پاس پہنچ گئے۔ کتنی ہی دیر دونوں دوست بغلگیر ہو کر آنسو بہاتے رہے۔

بابا کو موت سے زیادہ غم تھا اپنی رفیق حیات کے بچھڑنے کا' اپنی اکلوتی بیٹی کے مستقبل کا' اپنی بیماری کا۔ لیکن بڑے ابا کو صرف ایک غم تھا' اپنے عزیز از جان دوست کا غم۔ ندا اس ساری صورت حال سے گھبرا گئی تھی۔ کتنی وحشت ہو رہی تھی اسے بابا کو یوں روتا دیکھ کر۔ چھ سال کی عمر میں ماں سے محرومی کو تو اس کے بچپن نے جیسے تیسے سہار لیا تھا لیکن اب چودہ برس کی عمر تک وقت نے اسے خاصا سمجھ دار بنا دیا تھا۔ بابا کی بیماری اور ان کے آنسو اس سے برداشت نہ ہو رہے تھے۔ اس کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں' تب بڑے ابا کی نظر اس پر پڑی۔ انہوں نے اسے خوب پیار کیا تھا۔

اسے بڑے ابا بہت اچھے لگے تھے' بالکل بابا جیسے۔ ان کے آنے سے بابا کی طبیعت سنبھل گئی تھی' سو اس کا وحشت زدہ دل بھی کچھ پرسکون ہوا تھا۔ بڑے ابا نے ایک ہفتہ ان کے ہاں قیام کیا تھا۔ مدتوں بعد گھر میں یوں رونق ہوئی تھی۔ وہ میٹرک میں تھی۔ اسکول سے آتی تو بڑے ابا اور بابا دونوں باتیں کر رہے ہوتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتی پھر غیر محسوس طریقے سے وہ دونوں باتوں کا رخ موڑ دیتے۔ محض اسے خوش کرنے کے لیے اپنے بچپن اور جوانی کے واقعات چھیڑ دیتے۔ ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھے ندا مسکراتے ہوئے ان کی باتیں سنتی اور اسی زمانے میں پہنچ جاتی۔ وہ حیران ہوتی کہ بابا بھی کبھی اتنے شرارتی ہو سکتے تھے۔ اپنے سوبر اور خوبصورت سے بابا کو جب وہ کالج کے اسٹوڈنٹ کے روپ میں سوچتی تو اسے بڑا مزہ آتا۔

یوں باتوں میں ایک ہفتہ گزر گیا اور پتہ بھی نہ چلا۔ شاید اچھے دن یوں ہی جلدی گزر جاتے ہیں' ورنہ جن دنوں بابا ہاسپٹل میں تھے' دن بہت رینگ رینگ کر گزر رہے تھے۔ بہرحال بڑے ابا چلے گئے لیکن تھوڑے عرصے بعد وہ چکر لگا لیتے تھے' ان کے آنے سے بابا کو تسلی ہو جاتی تھی۔

بابا ویسے بھی اکیلے تھے' بھائی کوئی تھا نہیں۔ ایک بہن تھیں' وہ عرصے سے ابوظہبی میں مقیم تھیں۔ امی کا البتہ بھرا پرا کنبہ تھا لیکن وہ لوگ عجیب سے تھے۔ لیے دیے انداز میں آتے رسمی سا حال پوچھتے اور دو گھڑی بیٹھ کر چلے جاتے۔ امی کا کچھ دھندلا سا خاکہ اس کے ذہن میں تھا۔ ہاں اس کی نانی بھی امی جیسی ہی

میں ... تھیں
فوت ہو گئی تھیں لیکن جب تک زندہ تھیں انہوں نے بھی ندا کو بہت پیار دیا۔ جب بھی بابا اسے نانی کے پاس چھوڑتے وہ ساری رات اسے اپنے سے لپٹا کر سلاتی تھیں ان کو اس میں اپنی بیٹی کا عکس دکھائی دیتا تھا اور اسے ان کے وجود سے امی کی خوشبو آتی۔

"نانی اور امی ان سب سے اتنی مختلف کیوں ہیں؟"

ایک دن یہی سوال اس نے بوا جی سے کر لیا۔ اور تب بوا جی نے اسے بتایا تھا کہ امی، نانی کے پہلے شوہر سے ہیں۔ نانی جب دو سالہ بیٹی کے ہمراہ بیوہ ہو کر گھر لوٹیں تو کچھ عرصے بعد ہی ان کی دوسری شادی کر دی گئی۔ شاید یہی وجہ تھی نانا سمیت باقی گھر والوں کے خشک رویے کی۔ بہرحال نانی کی وفات کے بعد اس نے وہاں جانا ہی چھوڑ دیا۔

دن یونہی گزرتے جا رہے تھے میٹرک میں اس نے شاندار نمبر لیے۔ اتفاق سے ان دنوں بڑے ابا بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بابا کے ساتھ مل کر اس کی کامیابی کو بہت اچھے طریقے سے سیلیبریٹ کیا۔ ڈھیر سارے تحفے دیے اور خوب گھمایا پھرایا۔ آگے ایڈمیشن لینے کا معاملہ اٹھا تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کن مضامین کا انتخاب کرے۔ ایسے میں بڑے ابا نے ہی اس کی مدد کی۔ اور اس کا رجحان دیکھتے ہوئے اسے پری میڈیکل میں ایڈمیشن لینے کا مشورہ دیا۔ اس طرح ندا منصور نے کالج میں قدم رکھا۔ ذہین تو وہ ہمیشہ سے ہی تھی۔ سو حسب توقع ایف ایس سی میں بھی نمبر بہت اچھے آئے تھے۔ لیکن میڈیکل میں ایڈمیشن کے بجائے اس نے بی ایس سی میں داخلہ لے لیا۔ بابا نے بہت زور دیا کہ وہ کم از کم انٹری ٹیسٹ تو دے لے لیکن وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ بابا کی بیماری کے باعث گھر کے حالات ایسے نہ تھے کہ خوشی سے اس کی پڑھائی کا خرچہ نکل سکتا۔

بابا بہت دل گرفتہ ہوئے وہ جانتے تھے کہ اس نے یہ فیصلہ کیوں لیا ہے۔ پڑھائی شروع ہونے کے بعد گھر کی بھی مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ بوا بھی اب بوڑھی ہو گئی لیے۔ بوا انہیں تو ملازمہ لگتیں ان کا اتنے عرصے کا ساتھ تھا کہ اب وہ گھر کے بزرگ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ کالج کا ٹف شیڈول، گھر کے کام اور محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا، زندگی ایک دم سے بہت مصروف ہو گئی تھی۔ بی ایس سی کے دو سال تو گویا پلک جھپکتے میں گزر گئے تھے۔ بابا کی طبیعت کافی بہتر تھی۔ پھر جن دنوں اس کے بی ایس سی کے پیپرز ہو رہے تھے ان کی طبیعت پھر گری گری رہنے لگی۔ وہ بابا کے سر ہو گئی کہ وہ ڈاکٹر سے تفصیلی چیک اپ کروائیں۔ مگر بابا ہنس کر ٹال دیتے۔ اس کے پیپرز شروع ہو کر ختم بھی ہو گئے، رزلٹ کے انتظار تک کچھ عرصہ بالکل فراغت کا تھا۔ یہ سارا وقت اس نے بابا کے ساتھ گزارا۔ رات گئے تک وہ اور بابا بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے۔ کبھی بابا کچھ فائلیں وغیرہ اٹھا کر اسے اپنے اکاؤنٹ، واجبات اور دیگر اسی طرح کی چیزوں کی تفصیل سمجھانے بیٹھ جاتے ایسے میں وہ سخت بور ہوتی۔

"مجھے کیوں بتا رہے ہیں آپ یہ سب؟"

وہ اکتا کر فائل بند کر دیتی۔ بابا دھیرے سے ہنس پڑتے اور چپکے سے اپنی آنکھوں کی نمی چھپا لیتے تھے۔

وہ ایک ایسی ہی رات تھی جب دیر تک بابا سے باتیں کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں سونے چلی گئی۔ ابھی اسے سوئے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ ہی گزرا تھا جب بوا نے اسے جھنجھوڑ کر اٹھایا تھا۔

"کیا ہوا بوا جی؟" بوا کی حواس باختہ شکل دیکھ کر اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"کیا بتاؤں بیٹا! تہجد کے لیے اٹھی تھی۔ تمہارے بابا کے کمرے سے **مصلیٰ** اٹھانے گئی۔ وہ تو نیم بے ہوش سے پڑے ہیں۔"

بوا نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اطلاع دی۔ وہ ننگے پاؤں بابا کے کمرے کی طرف بھاگی۔ کانپتے ہاتھوں سے بابا کی نبض چیک کی، نبض چل رہی تھی۔ پھر بابا کا چہرہ تھپتھپا کر انہیں زور زور سے آوازیں دینے لگی تو انہوں نے ذرا سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور

UrduPhoto.com

کچھ بولنے کی کوشش کی۔

"بوا پلیز' صدیقی صاحب کے گھر سے کسی کو بلا لیں۔ بابا کو ہاسپٹل لے کر چلتے ہیں۔"

اس نے بڑی مشکلوں سے حواس قابو میں رکھتے ہوئے بوا جی کو مخاطب کیا۔ وہ گردن ہلاتے ہوئے تیزی سے باہر نکلیں۔ دس پندرہ منٹ بعد ہی صدیقی صاحب اور ان کی بیوی بوا جی کے ساتھ آ گئے۔

"فکر نہ کرو بیٹا! سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

انہوں نے اس کا سر تھپکتے ہوئے تسلی دی۔ وہ لوگ فوراً ہسپتال پہنچے۔ بوا جی اور آنٹی گھر پر ہی رک گئے تھے۔ ڈاکٹر نے ہارٹ اٹیک بتایا تھا۔ وہ روتی' لرزتی رہی۔ کچھ ہونے کے خوف نے دل کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ صدیقی انکل نے اس کڑے وقت میں بہت حوصلہ دیا۔ سگے رشتے داروں کی غیر موجودگی میں' وہ محض پڑوسی ہونے کے باوجود اس کی بہت ڈھارس بندھا رہے تھے۔ ان کا داماد اسی ہسپتال میں ڈاکٹر تھا اس وجہ سے بابا کو بھرپور توجہ مل رہی تھی۔

صبح آٹھ بجے کے قریب بابا کو ہوش آیا تھا۔ ڈاکٹرز نے بھی تسلی دی کہ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بابا سے ملنے گئی۔ وہ اسے دیکھ کر نقاہت سے مسکرائے ___ اور جو پہلی بات انہوں نے پوچھی وہ یہ تھی کہ بڑے ابا کو اطلاع بھجوا دی ہے یا نہیں۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اسے بلا لو بیٹا' جتنا جلدی ممکن ہو۔" انہوں نے تاکیداً کہا۔

اس نے بابا کے کہنے پر بڑے ابا کو فوراً فون کر دیا۔ بڑے ابا اسی رات پہنچ گئے۔ بابا کا حال دیکھ کر وہ بھی بری طرح گھبرا گئے۔ اگرچہ انہوں نے ندا کو اپنے ساتھ لگا کر بہت تسلی دی تھی لیکن ان کی آنکھیں ان کے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

تیسرے روز بابا کو آئی سی یو سے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ بابا کا زرد چہرہ دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہونے لگتا تھا۔ بابا اس کی سہمی ہوئی شکل دیکھ کر اسے تسلی دیتے لیکن اس کا دل بری طرح اندیشوں کی زد میں آیا ہوا تھا۔ بابا نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں' ایک ہفتے بعد بابا کو گھر شفٹ کر دیا گیا۔

بڑے ابا زیادہ تر بابا کے ساتھ ان کے کمرے میں ہی رہتے۔ وہ بھی وقتاً فوقتاً چکر لگاتی رہتی۔ اسے یوں لگتا جیسے وہ دونوں اسے دیکھ کر یا تو چپ ہو جاتے ہیں' یا موضوع تبدیل کر لیتے ہیں۔ اس بات کو اس نے اپنا وہم سمجھ کر جھٹلانا چاہا لیکن جلد ہی حقیقت اس کے سامنے آ گئی۔ جب بوا نے آ کر اسے بتایا کہ بابا اور بڑے ابا اس کا نکاح کرنا چاہ رہے ہیں۔

"میرا نکاح لیکن کس سے بوا؟" وہ سراسیمہ ہو گئی۔

"ہادی سے۔" انہوں نے جواب میں بڑے ابا کے سب سے بڑے بیٹے کا نام لیا۔ اس نے اگرچہ بڑے ابا کے کسی بیٹے کو نہیں دیکھا تھا لیکن غائبانہ واقفیت سب سے تھی۔

"بابا ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ وہ پہلے ٹھیک ہو جائیں پھر دیکھا جائے گا۔"

لیکن بوا نے بڑی آہستگی اور پیار سے اسے بابا کی پریشانیوں سے آگاہ کرتے ہوئے سمجھایا تھا کہ اس کے نکاح سے بابا کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔ انہیں سب سے زیادہ اس کی فکر ہے۔ اور بابا کا سکون' ان کا آرام اسے ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا' سو چپ چاپ سر جھکا دیا۔ بڑے ابا نے ہادی کو بلوا بھیجا تھا۔ جس روز وہ پہنچا اسی شام کو اس کا نکاح کر دیا گیا۔ نکاح کے بعد وہ بابا کے سینے میں منہ چھپا کر بری طرح رو دی۔ بابا اسے اپنے ساتھ لگائے دھیرے دھیرے تھپکتے رہے۔ ان کے آنسو اس کے بالوں میں جذب ہوتے رہے۔

پھر جب وہ بابا سے الگ ہوئی تو انہوں نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھام کر اس کی پیشانی چومی تھی' ساتھ ہی زندگی بھر کی خوشیوں کے لیے دعا دی تھی۔ پھر بڑے ابا نے بھی اسے ساتھ لگا کر پیار کیا اور اچھی سی چائے بنا کر لانے کو کہا۔ وہ بمشکل مسکرائی اور چائے بنانے چل دی۔

ہادی اسی دن واپس چلا گیا تھا۔ اس روز بابا کے

چہرے پر بڑا سکون تھا‘ انہیں خوش دیکھ کر وہ بھی مطمئن تھی۔ بڑے ابا بھی خوش اور مطمئن تھے‘ لیکن یہ اطمینان عارضی ثابت ہوا۔ صرف ایک دن بعد ہی بابا کو جان لیوا اٹیک ہوا۔ اس کو تو کسی چیز کا ہوش ہی نہیں تھا۔ وہ غائب دماغی اور پتھرائی ہوئی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتی رہی۔ پھر بڑے ابا آئے‘ ندا نے انہیں پہلی باریوں بچوں کی طرح روتے دیکھا۔ برسوں پر محیط ان کے پیار کا تعلق آج ٹوٹ گیا تھا۔ جس شخص کو انہوں نے بھائیوں سے بڑھ کر چاہا تھا وہ آج انہیں چھوڑ گیا تھا۔ ندا پر نظر پڑی تو انہوں نے اپنے عزیز دوست کی اس نشانی کو گلے سے لگالیا۔ ان کے گلے لگ کر اس کا سکتہ بھی ٹوٹ گیا۔ وہ تڑپ تڑپ کر روئی۔ بوا نے ہی بہت مشکلوں سے اسے سنبھالا‘ ان کی اپنی حالت کافی خراب ہو رہی تھی۔ منصور احمد کو انہوں نے بیٹوں سے بڑھ کر چاہا تھا۔ اور انہوں نے بھی انہیں ہمیشہ بہت مان اور احترام دیا تھا۔

”بس بیٹا! سنبھالو خود کو۔ تمہارے بابا تو اب سکون میں ہیں۔ مت تکلیف دو انہیں۔“ بوا نے سسکیاں لیتے ہوئے اسے اپنے ساتھ چمٹایا تھا۔

”مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا بیٹی! حوصلہ کرو۔“ پڑوس کی ایک خاتون نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

اور واقعی مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ وہ زندہ تھی اور پتا نہیں کیوں زندہ تھی۔ امی کے بعد تو بابا تھے لیکن اب....؟ رو رو کر اس کے آنسو بھی خشک ہو گئے تھے اور دل اندر سے بالکل خالی تھا۔

سوئم کے بعد سب لوگ چلے گئے‘ اس کے ننھیال والوں نے رسمی طور پر بھی اسے ساتھ چلنے کو نہ کہا۔ اور اس کے نکاح کی خبر سب لوگوں کو ہی ہو چکی تھی۔ اور ان لوگوں نے اپنے طور پر یہ فرض کر لیا تھا کہ اب بڑے ابا ہی اسے ساتھ لے جائیں گے۔ اب گھر میں وہ‘ بوا اور بڑے ابا رہ گئے۔ بوا کو ان کے بیٹے اپنے ساتھ گاؤں لے جانا چاہتے تھے مگر بڑے ابا نے ضروری سامان پیک کرنے کو کہہ دیا۔

جس صبح ان لوگوں کو جانا تھا وہ ساری رات جاگ کر بابا کے کمرے میں گزاری‘ پیکنگ تو وہ کر چکی تھی کپڑے‘ کچھ اماں کا زیور‘ ضروری کاغذات‘ اماں اور بابا کی ساری تصویریں‘ بابا کی ڈائری‘ ان کا پین‘ ابا کی تعلیمی اسناد‘ یہ سب چیزیں سنبھال کر بیگ میں رکھ لیں۔ ساری رات وہ بابا کی کرسی پر بیٹھی دیوار پر لگی ان کی تصویر سے باتیں کرتی رہی۔ صبح صبح متورم آنکھوں کے ساتھ جب وہ اس گھر سے نکل رہی تھی تو اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

”بڑے ابا تو بہت اچھے ہیں‘ پتہ نہیں باقی لوگ کیسے ہوں گے۔“ اس کے ذہن میں بہت سے خدشات تھے۔ لیکن یہ سارے خدشات اس وقت دور ہو گئے جب بڑی اماں نے بازوؤں میں اسے سمیٹتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے خود ہی آنسو رواں ہو گئے۔ جنہیں بڑی اماں نے اتنے پیار سے صاف کیا کہ آئندہ اس کی آنکھیں کم از کم اپنے اکیلے پن کے خیال سے نہ بھیگی تھیں۔ بابا اب بھی اسے بے تحاشا یاد آتے تھے لیکن اب بے بسی و بے چارگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس گھر کے مکینوں نے اسے اتنا پیار اور مان دیا کہ آہستہ آہستہ وہ سنبھلنے لگی۔

ماہین جو گھر میں تیسرے نمبر پر تھی‘ اس سے سال بھر ہی چھوٹی تھی‘ لیکن اول روز سے اس کے ساتھ دوستی کا جو رشتہ قائم ہوا‘ وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ ماہین سے ایک سال بڑا غالب تھا جو اس سے بھی غالبا” دو چار ماہ بڑا ہی تھا لیکن اس نے ندا سے بے تکلف ہونے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ کی تھی۔

وہ شروع شروع کے دنوں میں تو اس سے جھجکی‘ لیکن اس اونچے لمبے لڑکے نے‘ جس کی زبان میں اسے دیکھتے کے ساتھ ہی کھجلی شروع ہو جاتی‘ اسے اس کے خول سے باہر نکال ہی لیا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی بندہ تکلف برت ہی نہ سکتا تھا اور پھر عاشر اور ایمن جڑواں تھے۔ ایک سی شکل‘ ایک سا مزاج‘ ایک سی عادات‘ وہ دونوں میٹرک کے اسٹوڈنٹ تھے‘ بڑے ابا سے تو اس کا

UrduPhoto.com

بچپن کا تعلق تھا۔ بڑی اماں نے اسے حقیقی ماں کا پیار دیا۔

غالب کے کئی روپ تھے، کبھی بڑا بھائی لگتا تو کبھی دوست اور کبھی تو بالکل دیور بن کر چھیڑ چھاڑ کرتا۔ ہر روپ میں اس کے لیے بہت مان اور محبت ہوتی۔ عاشر اور ایمن کتنے اچھے لگتے تھے، جب وہ اپنے ہر معاملے اور ہر جھگڑے میں اسے ثالث تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ کرنے کو کہتے۔

رشتوں کی اپنائیت کا جو خوبصورت احساس اسے یہاں آکر ہوا تھا اس کی عمر بھر کی تشنگی مٹ گئی تھی۔ اب وہ پہلے کی طرح آنسو بھی نہیں بہاتی تھی یہ سوچ کر کہ اتنے بہت سے لوگ جو ہر لمحہ اسے خوش رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، کہیں آزردہ نہ ہو جائیں۔ اور حقیقت یہ تھی کہ اب اسے خوش رہنا آ ہی گیا البتہ جس کے ساتھ اس کا سب سے گہرا رشتہ قائم ہو چکا تھا وہ تھا ہادی جو اس کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے ہی جاب کی وجہ سے ملتان چلا گیا تھا۔

ماہین اور غالب کبھی کبھار اسے ہادی کے حوالے سے چھیڑتے تھے۔ اس بات سے قدرتی طور پر اس کے دل میں اس شخص کے لیے کچھ نرم سے جذبے بیدار ہو گئے تھے۔ ڈرائنگ روم میں لگی اس کی بڑی سی تصویر کو وہ دن میں کئی بار چپکے سے دیکھتی تو اسے یوں لگتا جیسے بڑی بڑی روشن آنکھوں والا، نکھرا نکھرا سا وہ شخص اس سے نظریں چار کیے ہوئے ہے۔ وہ ایک دم سے نظریں ہٹا لیتی۔ اس کی آمد کے دو ماہ بعد تک ہادی کا گھر آنا نہیں ہوا تھا۔ گھر میں سب اسے یہ باور کراتے رہتے تھے کہ نئی جاب کی وجہ سے مصروفیات اور ذمہ داری زیادہ ہے اسی لیے وہ آ نہیں پا رہا۔ سو وہ اسی بات پر یقین کیے رہی۔ پہلی بار گڑبڑ کا اندازہ اسے اس وقت ہوا جب ہادی گھر آیا۔

رات کا وقت تھا وہ سب لوگوں کے ساتھ بڑے کمرے میں کانوں میں گھسی ہوئی مونگ پھلی کھا رہی تھی۔ جب وہ بیگ اٹھائے ادھر چلا آیا تھا۔ ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈال کر فوراً ہٹالی تھی اور وہ تو حیرت سے سب کو دیکھ رہی تھی جو ایک دم اس کے گرد گھیرا ڈال چکے تھے۔ اس کی آمد اتنی اچانک تھی کہ وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔ جب وہ سب سے مل رہا تھا، وہ چپکے سے اوپر اپنے اور ماہین کے مشترکہ کمرے میں چلی آئی، ہادی نے نظر ڈالتے ہی جس طرح فوراً ہٹائی تھی اسے کچھ محسوس ہو رہا تھا جسے وہ کوئی نام دینے سے قاصر تھی۔ بعد میں غور کیا تو یاد آیا کہ اس کے علاوہ ایک اور شخصیت بھی تھی جس سے اس نے سرسری بات کی تھی۔ یہ بڑے ابا تھے، سلام دعا کے علاوہ اس نے بڑے ابا سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ بڑے ابا بھی دو چار منٹ بعد اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ اسے کچھ گڑبڑ کا احساس تو ہوا لیکن اس نے اپنا وہم جان کر جھٹلا دیا۔ ہادی تین دن گھر پہ رکا۔ اس دوران وہ زیادہ تر اوپر ہی رہی، سب لوگوں نے ہی اس کی پوزیشن سمجھتے ہوئے اس سے بھرپور تعاون کیا اور یوں ایک دو بار کے علاوہ اس کا اور ہادی کا آمنا سامنا نہ ہوا۔ تین دن بعد وہ چلا گیا۔

اس کے بھی پرانے شب و روز لوٹ آئے۔ اس کے بعد وہ ہر ماہ آنے لگا۔ لیکن ایک دن آتا اور اگلے دن واپسی۔ اس کی آمد کا اسے پہلے سے ہی علم ہوتا اس لیے وہ اوپر قیام بڑھا دیتی، لیکن پھر بھی رفتہ رفتہ اسے اندازہ ہو گیا کہ ہادی اپنے اور اس کے مابین تعلق پر خوش نہیں ہے۔

اس صورتحال نے پہلے پہل تو اسے بہت تکلیف پہنچائی، لیکن اب وہ حقیقت پسند ہو گئی تھی، لہٰذا سمجھوتہ کر لیا۔ جتنی مشکلات وہ جھیل چکی تھی ان کے پیش نظر اسے اس صورت حال سے ایڈجسٹ ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔

اتنے ڈھیر سارے رشتوں کے ہوتے ہوئے اسے اب کسی چیز کی فکر نہ تھی، سو وہ اپنے آپ میں اور ان سب لوگوں میں مگن ہو گئی۔ زندگی اس طرح بھی قابل قبول تھی، لیکن یہ چیز شاید بڑے ابا کے لیے قابل قبول نہیں تھی، جب ہی وہ ہادی سے خفا خفا رہنے لگے۔ وہ بھی جب آتا ان سے کھنچا کھنچا رہتا۔ کافی عرصے تک

UrduPhoto.com

یہی چلتا رہا۔ لیکن پھر یہ سب کچھ بڑے ابا کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ اب جب بھی وہ آتا بڑے ابا اسے اپنے کمرے میں بلا لیتے اور پھر دونوں کی بحث کی آوازیں آتیں۔

اسے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ دونوں کے بیچ جو ناراضی ہے اس کا واحد سبب اس کی ذات ہی ہے اور پھر آخر ایک دن یہ گتھی بھی سلجھ گئی۔

اس رات اچانک اس کی آنکھ کھلی تھی۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے، وہ پانی پینے نیچے آئی تھی جب بڑے کمرے سے ہادی کی آواز آئی وہ نسبتاً دھیمی آواز میں کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ فطری تجسس سے مجبور ہو کر وہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہو کر سننے لگی۔

"میں تو عجیب دوراہے پر کھڑا ہوں یار! سمجھ میں نہیں آتا کہ دل کی بات مانوں یا اپنی ضد پر قائم رہتے ہوئے انہیں ان کی زیادتی کا احساس دلاؤں۔"

"نہیں یار! اچھی بات تو یہی ہے کہ ابو نے زندگی کے ہر فیصلے میں مجھ پر اپنی مرضی ٹھونسی ہے۔ انہیں میرے جذبات اور احساسات کی کبھی بھی پروا نہیں رہی۔ بورڈنگ والے مسئلے سے لے کر اب اس معاملے تک، بلکہ ہر بات میں انہوں نے اپنی مرضی چلائی ہے۔ اب دیکھ تجھے تو اچھی طرح علم ہے کہ میرا انٹرسٹ سیما میں تھا لیکن تب بھی ابو نے....."

ہادی کی بات جاری تھی لیکن اسے اپنے مطلب کی بات معلوم ہو چکی تھی، سو بے پاؤں اوپر آ گئی۔ پیاس کا احساس تک ختم ہو گیا تھا۔

"تو یہ تھا سارا قصہ، بے چارے کسی لڑکی کو پسند کرتے ہوں گے اور بڑے ابا کی مہربانی کی وجہ سے درمیان میں آ گئی، میں یعنی ندا منصور۔" اس نے پرتاسف انداز میں سوچا۔ دکھ تو بے شک ہوا تھا لیکن اب ہادی پر ترس بھی آ رہا تھا۔

غیر جانبداری سے سوچا تو محسوس ہوا کہ واقعی اس کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ ساتھ ہی حیرت بھی ہو رہی تھی کہ ہادی جیسا خشک مزاج سا بندہ محبت وغیرہ کے چکر میں بھی پڑ سکتا ہے۔ پتا نہیں کیسی ہو گی جس سے یہ محبت کرتے ہیں شاید کلاس فیلو رہ چکی ہو۔ پتا نہیں گھر والوں کو اس بات کا علم ہے یا ان سے بھی چھپایا ہوا ہے۔ بڑے ابا سے بھی یقیناً اسی بات پر جھگڑتے ہوں گے، ہائے بے چارے ڈرتے بھی تو ہیں بڑے ابا سے۔" اس کی نیند اڑ چکی تھی۔ ذہن کہانی بناتا رہا۔ اپنی ذات کو الگ رکھ کر سوچا تو وہ حق بجانب لگا لیکن قصور تو اس کا بھی نہیں تھا۔ "اگر وہ دوسری شادی کر لیتا ہے تو میرا کیا بنے گا۔" یہ خاصا غور طلب سوال تھا۔ "لیکن اگر وہ دوسری شادی نہیں کرتا تب بھی میرے لیے کون سا سازگار حالات ہوں گے۔ جب پسند ہی نہیں کرتا تو سر پر زبردستی مسلط کیسے ہو سکتی ہوں۔" وہ سوچتی رہی۔

"مجھے تو بس یہ گھر چاہیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھے اور کسی سے کچھ نہیں لینا دینا۔"

اس نے گویا حتمی فیصلہ کیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔ صبح آنکھ کھلی تو ہادی جا چکا تھا۔ بڑے ابا کا موڈ بھی رفتہ رفتہ نارمل ہو گیا تھا لیکن اس بار وہ حیرت انگیز طور پر دوسرے ہفتے ہی آن ٹپکا۔

"لو جی پھر کہانی شروع۔" اسے کوفت ہوئی، لیکن صبح جب اس نے اسے بہت خوشگوار موڈ میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو شدید حیرت ہوئی اور اس وقت تو حیرت کے مارے اسے غش آنے لگا جب ایک دو بار اسے بھی مسکرا کر دیکھا گیا۔ اس نے سٹپٹا کر رخ بدلا تھا اور تو اور آج تو بڑے ابا سے بھی حالات حاضرہ پر خوشگوار انداز میں تبصرہ فرمایا جا رہا تھا۔

"ہوں تو گویا حکمت عملی تبدیل کر لی گئی ہے اب شیشے میں اتار کر کام نکلوایا جائے گا۔" وہ دور کی کوڑی لائی۔

"آج تو بڑے ابا بھی کتنے خوش لگ رہے ہیں۔ اف خدایا کہیں ایسا نہ ہو کہ جذباتی بلیک میلنگ سے بڑے ابا سے میرے متعلق کوئی فیصلہ نہ کروا لیں۔ اب میں انہیں کیسے بتاؤں کہ مجھے ان کی دوسری شادی سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ وہ کچن میں ماہین کے ساتھ

UrduPhoto.com

ناشتہ بناتی ان ہی سوچوں میں گم تھی۔ پھر اس نے کچن کی کھڑکی سے ہادی کو بڑے ابا کے ساتھ ان کے کمرے میں جاتا دیکھا۔

"اوہ۔" وہ تیزی سے کچن سے نکلی۔ بڑے ابا کے کمرے کے پاس پہنچ کر وہ ایک لمحے کو رکی۔ دوپٹہ درست کیا۔ گہرا سانس لے کر ہمت پیدا کی اور غڑاپ سے کمرے کے اندر۔

دونوں اسے دیکھ کر چونکے تھے۔

"آؤ بیٹا۔" بڑے ابا نے حیرت پر قابو پاتے ہوئے اسے اپنے برابر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ مضبوط قدموں سے چلتی ہوئی وہاں جا بیٹھی۔

"وہ بڑے ابا!" اس نے حلق صاف کیا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" اس نے ہمت کر کے بڑے ابا کو مخاطب کیا۔

"ہاں ہاں کہو' اتنا گھبرانے کی کیا بات ہے۔" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"وہ بڑے ابا بات یہ ہے کہ میں اس گھر میں رہنا چاہتی ہوں' ہمیشہ کے لیے۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے' آپ انہیں اجازت دے دیں کہ یہ جس لڑکی کو پسند کرتے ہیں اس سے شادی کر لیں۔ میں یہیں رہوں گی آپ کے پاس۔ آپ پلیز اس لڑکی کے گھر والوں سے مل لیں' مجھے قطعاً" کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اس نے ایک سانس میں بات مکمل کر کے نظریں اٹھائی تھیں۔ بڑے ابا کے چہرے کا رنگ متغیر ہو چکا تھا مگر وہ فوراً" ہی باہر نکل آئی۔ باہر آ کر ایک گہرا سانس بھرا۔

"چلو جی' میں نے تو اپنا فرض پورا کر دیا' اس سے زیادہ میں ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی' اب آگے ان کی قسمت۔"

"اور ان کی قسمت" تو گویا اس کی کہی ہوئی بات سے ہی چمک اٹھی تھی۔ جب ہی اندر سے بڑے ابا غضب ناک آواز میں گرج رہے تھے۔ "ناخلف' نالائق' تمہیں جرات کیسے ہوئی ایسی حرکت کرنے کی۔ تربیت کی تھی میں نے تمہاری کہ تم ایسی حرکت بھی

کر سکتے ہو یہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" بڑے ابا طیش میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے مسلسل بول رہے تھے۔ جہاں وہ رکتے ہادی کی آواز آتی۔

"ابو! پلیز میری بات سنیں۔" ابھی اتنا ہی کہتا کہ بڑے ابا پھر شروع ہو جاتے۔ پورا گھر کمرے کے باہر اکٹھا ہو چکا تھا' نہ تو کوئی بات کے پس منظر سے آگاہ تھا اور نہ ہی کوئی اندر جانے کی ہمت کر رہا تھا۔ وہ بھی ایک کونے میں چپ چاپ کھڑی تھی۔

"ابو! میں اتنی دیر سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ نے اپنا غصہ تو نکال لیا ہے' لیکن میری نہیں سنی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ اب میں بھی کوئی وضاحت نہیں دوں گا' میں جا رہا ہوں۔ غصہ اترے تو مجھے فون کیجیے گا۔"

وہ بھی تن فن کرتا کمرے سے باہر نکلا تھا۔ سب کے بہت روکنے پر بھی نہ رکا۔ ہاں جاتے جاتے جن غضب ناک نگاہوں سے اسے گھورا تھا' اس کی جان نکل گئی تھی اور پھر پورے دو مہینے تک اس نے اپنی شکل نہیں دکھائی۔ پورا گھر پریشان ہو گیا تھا' آخر ایک دن صبح بڑے ابا نے اسے فون کیا۔

"تم پہلی فرصت میں گھر آؤ اور جو فیصلہ کرنا ہے فوراً" کرو۔ اگر دوسری شادی کرنی ہے تو اسے ابھی آزاد کرو۔ میں اس کی کسی بھی جگہ شادی کروا دوں گا۔ مجھے تم سے زیادہ عزیز ہے وہ اور مجھے روز حشر اس کے باپ کو جواب بھی دینا ہے۔ میں تمہیں اس سے زیادہ ڈھیل نہیں دے سکتا۔ اگر تم چوبیس گھنٹوں تک گھر نہ آئے تو پھر کبھی اس گھر میں قدم رکھنے کی ضرورت نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔ میرے مرنے پر بھی نہیں۔"

انہوں نے سرد لہجے میں کہہ کر فون رکھ دیا۔ اس بار بھی انہوں نے دوسری طرف کی بات سننے کی کوشش نہیں کی اور پھر وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر واقعی آ گیا' انتہائی سنجیدہ۔ جس دن آیا' اسی دن بڑی اماں سے کہہ دیا کہ ...

"اس کا سامان پیک کر دیں' میں اسے ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔" اور بڑی اماں کی تو مانو دل کی مراد پوری

ہو گئی۔ انہوں نے ماہین کو ساتھ لگایا اور ٹرنک کھول کر اس کی بری کے پہلے سے تیار شدہ تمام جوڑے' زیورات اور دوسرا سامان نکال نکال کر ڈھیر کرتی رہیں۔ ماہین کے دو چار عام استعمال کے جوڑے بھی بیگ میں رکھ دیے۔ وہ حیران پریشان سی یہ تمام کارروائی دیکھتی رہی' یہ صورت حال تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔

بڑی اماں نے اس کی پریشان صورت دیکھی تو بہت پیار سے اسے اپنے ساتھ بٹھایا اور دو گھنٹوں پر محیط ایک طویل لیکچر دیا جس کا لب لباب یہی تھا کہ اسے ہر صورت ہادی کا دل جیتنا ہے اور ہادی کا دل جیتنے کے جو ایک سو ایک طریقے انہوں نے ذہن نشین کروائے' انہیں سن سن کر اس کی جان نکلتی رہی۔ کپکپی تو اس پر اسی لمحے چڑھ گئی تھی جب ہادی نے اسے ساتھ لے جانے کا مژدہ سنایا تھا اور اب تو بس دھڑام سے گر کر بے ہوش ہونے کی کسر رہ گئی تھی۔ وہ چپ چاپ سنتی رہی اور دل ہی دل میں جل تو جلال تو کا ورد کرتی رہی پھر جیسے ہی بڑی اماں نے اسے آزاد کیا' وہ فوراً "غالب کے کمرے میں جا پہنچی۔

"غالب! کچھ کرو' مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ اس کے سر پر پہنچ کر منمنائی۔

"کس سے ڈر لگ رہا ہے؟" غالب کی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے متحرک تھیں۔

"تمہارے بھائی صاحب سے' چنگیز خان کے جانشین سے اور کس سے۔" وہ جھنجلائی۔

"کیوں بھئی! کیا قصور کر دیا ہے میرے بھائی نے جو تم نے ان کا شجرہ نسب ڈائریکٹ چنگیز خان سے ملا دیا۔" غالب نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"پلیز غالب! میرا مسئلہ حل کر دو۔" اس نے منت کی۔

غالب نے کمپیوٹر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"تمہارا مسئلہ حل کر تو دیا ہے' وہ بھی یوں پلک جھپکتے میں۔" وہ مسکرایا۔

"میرا مسئلہ حل نہیں کیا بلکہ مجھے مسئلوں کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"کمال ہے لڑکی! آخر تم نے میرے بھائی کو سمجھ کیا رکھا ہے جو یوں زرد چہرہ لیے پھر رہی ہو گویا کوئی جن بھوت تو نہیں ہیں وہ۔" اس نے شکوہ کے انداز میں کہا۔

"کسی جن بھوت سے کم بھی نہیں ہیں۔" وہ چمک کر بولی' غالب کو ہنسی روکنا مشکل ہو گیا۔

"ویسے تم پہلی لڑکی ہو جو ایسا سنہری موقع ملنے پر بسور رہی ہو' ورنہ یہ سنہری موقع بہت کم لڑکیوں کو میسر آتا ہے۔ وہاں پر نہ ساس نہ سسر' نہ نند نہ دیور' مزے ہی مزے' کوئی روک ٹوک نہیں۔" غالب نے اسے قائل کرنا چاہا۔

"غالب! پلیز' تم بھی چلو نا ہمارے ساتھ۔ ماہین تو جا نہیں سکتی' اس کی کلاسز شروع ہو چکی ہیں جبکہ تمہارا تو اگلا سمسٹر بھی ڈیڑھ مہینے بعد شروع ہو گا۔" اس نے ایک بار پھر منت بھرا لہجہ اختیار کیا۔

"اچھا چلو ڈیڑھ مہینے تک تو میں رہ جاؤں گا تمہیں تمہارے خونخوار میاں سے بچانے کے لیے' اس کے بعد کیا ہو گا؟" اس نے ابرو چڑھائے۔

"بعد میں دیکھا جائے گا' میں کچھ سوچ لوں گی بلکہ کسی بہانے انہیں غصہ دلاؤں گی' وہ مجھ سے لڑیں گے پھر میں ناراض ہو کر تمہارے ساتھ ہی واپس آجاؤں گی۔"

شاندار آئیڈیا تیار تھا اور معصومیت کی انتہا کہ داد طلب نظروں سے اسے دیکھا بھی جا رہا تھا۔ غالب اب تاسف سے گردن ہلا رہا تھا۔

"افسوس' میرے بھائی کی قسمت پھوٹ گئی۔ کیسی بیوی ہو تم' اب تو میں بھی ان کا ہم خیال ہو گیا ہوں۔" غالب نے کہا تو وہ خفا ہو گئی۔

"چھوڑو بس' بہت کہتے تھے دیور نہیں بھائی ہوں۔ اب موقع پڑا تو کیسے دغا دے گئے۔" وہ ناراض لہجے میں کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔ اندر غالب دیر تک ہنستا رہا۔

"اب آجاؤ بھائی! سن لیے اپنی زوجہ محترمہ کے زریں خیالات؟" اس نے ہنس کر پکارا تو کیسے سے

منہ رگڑتا ہادی باتھ روم سے باہر نکلا۔ چہرے پر ہنوز سنجیدگی طاری تھی۔

"ذرا ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنی شکل دیکھیں' اس وقت آپ واقعی کسی جن سے کم نہیں لگ رہے ہیں۔"

غالب نے دوبارہ چھیڑا۔ اس بار وہ بھی مسکرا دیا اور اگلے دن روانگی کے وقت جب وہ سب سے مل کر سوں سوں کرکے رو رہی تھی تو غالب نے چپکے سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"اچھا سا موقع دیکھ کر لڑائی کرلینا اور پھر مجھے فون کردینا' میں فوراً پہنچ جاؤں گا تمہیں لینے۔" بات اگرچہ خاصی سنجیدگی سے کہی گئی تھی لیکن لہجے میں صاف شرارت تھی۔ ماہین اس کے گلے سے لگی جلدی جلدی فون کرنے اور ہر ویک اینڈ پر آنے کی تاکید کررہی تھی۔ عاشر اور ایمن الگ اداس صورت بنائے کھڑے تھے۔

آج سب سے زیادہ خوش تو بڑے ابا اور بڑی اماں تھے۔ بڑی اماں نے گاڑی میں بیٹھنے تک اس کو سمجھایا تھا جب گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو ندا یوں مڑ مڑ کر دیکھتی رہی جیسے اپنے میکے سے سسرال جارہی ہو۔

"پتا نہیں وہاں پہنچ کر میرے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔" دل میں ڈھیر سارے اندیشے تھے لیکن خلاف توقع پہلا دن تو ٹھیک ٹھاک ہی گزر گیا تھا' کسی بھی قسم کی جھڑپ کے بغیر۔

☼ ☼ ☼

آج ہادی کی چھٹی تھی جس وقت وہ سو کر اٹھی وہ لاؤنج میں ٹی وی دیکھتے ہوئے ناشتہ کرنے میں مشغول تھا۔ وہ جس طرح [illegible] اور چائے کا کپ اسے پہلی بار دل سے شرمندگی ہوئی۔ کم از کم اسے صبح کے ناشتے اور دو وقت کا کھانا پکانے کی ذمہ داری اس کی تھی لیکن برا ہو نیند کا' رات کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تھی' نیند نے آنے کا نام نہیں لیا تھا۔ پچھلے پہر بہت مشکلوں سے جو نیند آئی تو اب

ساڑھے نو بجے آنکھ کھلی تھی۔

"آئندہ خیال کروں گی۔" بڑی اماں کی نصیحتوں کو ذہن میں دہراتے ہوئے اس نے کچن کا رخ کیا اور اسی لمحے ہادی کا موبائل بجا۔ کچن کی طرف اٹھتے قدم ایک دم رک گئے۔ چھٹی حس نے جیسے بتا دیا تھا کہ فون گھر سے ہے اور اس وقت خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا جب ہادی کے منہ سے "جی اماں' السلام علیکم" کے الفاظ سنے تھے۔

"ہاں جی' ٹھیک ہوں۔"

"وہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اچھا!"

"ٹھیک ہے۔" وہ مختصر ترین جواب دے رہا تھا۔ ندا رسمی جھجک بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کے پاس آکھڑی ہوئی۔ ہادی نے قدرے گھور کر اسے دیکھا۔ اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ ہادی کے ہاتھ سے فون اچک کر خود بات شروع دے جبکہ اس کا بات کروانے کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ تو جب بڑی اماں نے تیسری بار اس سے بات کروانے کا کہا تو بادل نخواستہ موبائل اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"جی بڑی اماں! ٹھیک ہوں میں' بالکل ٹھیک۔ بس آپ سب لوگ بہت یاد آتے ہیں۔"

بڑی اماں کی پرشفقت آواز سنتے ہی ڈھیر سارے آنسو آنکھوں میں امڈ آئے۔ ہادی کی خونخوار نگاہیں خود پر مرکوز پاکر جلدی سے خود کو سنبھالا دوسری طرف حسب معمول بڑی اماں کی نصیحتیں جاری تھیں۔ پھر ماہین نے درمیان میں ہی فون لے لیا تھا۔ اس کے بعد غالب' عاشر' ایمن سب سے ہی تھوڑی تھوڑی بات ہوئی اور ان تھوڑی تھوڑی باتوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ باقی کا سارا دن انتہائی خوشگوار گزرا تھا۔

☼ ☼ ☼

شڑاپ' شڑاپ۔ ٹخنوں سے اوپر شلوار چڑھائے بالٹی کے ساتھ صحن دھوتے ہوئے وہ گزشتہ دو گھنٹوں سے اس کوشش میں تھی کہ کسی طرح سے صحن کی گر

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

آلود ٹائلوں کے اصلی سرخ رنگ کو نکالا جائے۔ اس کوشش میں وہ خاصی حد تک کامیاب تو ہو گئی تھی لیکن ایسا کرنے میں دونوں بازو بری طرح شل ہو گئے تھے۔

آج کل ویسے بھی اس پر گھر کی صفائی کا خبط سوار تھا۔ تین چار دن تک کچن کے کاموں اور ہلکی پھلکی صفائی کے علاوہ اس نے کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا تھا لیکن پھر فارغ رہ رہ کر بھی بری طرح اکتا گئی، سو گھر چمکانے پر اپنی توجہ مبذول کرلی۔ سب سے پہلے تو کچن کی خبر لی۔ جالے جھاڑے، کیبنٹ صاف کیے، الماریوں سے الم غلم نکالا، شیلف رگڑ رگڑ کر دھویا، چولہے صاف کیے، فرش چمکایا پھر ہر چیز کو الگ الگ ڈبوں میں ڈال کر مناسب جگہ پر رکھا۔ برتن تو تھوڑے ہی تھے پھر بھی ان کو ترتیب سے رکھا۔ یوں کچن کو کچن کی اصلی شکل میں لے آئی۔ کمروں کی صفائی میں البتہ زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی۔

ہادی اس کی ان تمام سرگرمیوں سے بے نیاز اپنی ہی ذات میں مگن رہتا تھا۔ حالانکہ روز آفس سے واپسی پر گھر کا کوئی حصہ نیا نیا سا نکھرا نکھرا نظر تو آتا مگر مجال ہے جو کبھی تعریفی نظر ہی ڈالی ہو۔ اس وقت بھی وہ آفس سے لائی گئی ڈھیروں فائلوں سمیت اپنے بیڈ روم میں تھا۔ دروازے پر کافی دیر سے بیل ہو رہی تھی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ شاید وہی گیٹ کھول دے گا لیکن بیڈ روم کے بدستور بند دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ خود ہی گیٹ تک چلی آئی۔ ایک بہت سوبر سی خاتون تھیں۔ ندا نے اپنے حلیے کو کوستے ہوئے انہیں سلام کردیا۔ خاتون اسے کافی دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔ بڑے پیار سے اس کے سلام کا جواب دے کر انہوں نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

”ہادی! میرے بیٹے عثمان کا کولیگ اور دوست ہے۔ کئی دفعہ عثمان نے ذکر کیا تھا کہ ہادی بھی نئے آئے ہیں لیکن گھر کے بکھیڑوں سے فرصت ہی نہیں ملی۔“

وہ اسے لے کر ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے بتا رہی تھیں۔ ان کو بٹھا کر وہ ہادی کے کمرے کی طرف آئی۔ دستک دے کر دروازہ تھوڑا سا کھولا۔

”آپ کے دوست عثمان کی امی آئی ہیں۔“

جتنی دیر میں ہادی آیا، آنٹی اس سے ابتدائی تعارف لے چکی تھیں۔ ہادی کے آتے پر وہ کچن میں چلی آئی۔ عثمان، ہادی کا خاصا قریبی دوست تھا۔ یہ وہی دوست تھا جس کے گھر سے ہادی نے پہلے روز چابی لی تھی۔ آنٹی پہلی بار آئی تھیں۔ صرف چائے پر ٹرخانا اسے اچھا نہ لگا۔

کچھ سوچ کر اس نے فریزر سے کباب نکالے۔ جتنی دیر میں چائے دم ہوئی، اس نے کباب تل لیے۔ ساتھ نمکو اور بسکٹ بھی رکھ کر ٹرے سیٹ کرلی۔ جب یہ چیزیں لے جا کر اس نے ٹیبل پر سجائی تھیں تو آنٹی نے اس کی ”کوئیک سروس“ کو کافی سراہا۔

چیزیں سرو کرنے کے بعد وہ اپنے چائے کا کپ اٹھا کر ہادی کے برابر جا بیٹھی۔ آنٹی، ہادی سے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں کہ انہیں بھی اتنی اچھی، بھولی اور وہ ان کی تعریفوں پر شرمندہ ہو رہی تھی۔ ہادی بھی چپ چاپ مسکراتا رہا۔

واپسی پر دونوں انہیں گیٹ تک چھوڑنے گئے۔ یہ اور بات کہ اس کے بعد ہادی نے دوبارہ کمرے کا رخ کرلیا تھا اور اس نے چپ چاپ صحن کی راہ لی۔ کچھ دیر مزید صحن کی رگڑائی کے بعد پتہ نہیں کیوں اس کا دل کچھ اکتا سا گیا تو وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر آبیٹھی۔ وہ یہ سب کچھ کب تک کرے گی۔ یوں بے مقصد اپنے آپ کو ادھر ادھر کے کاموں میں کب تک مصروف رکھے گی۔ قنوطیت نے ایک دم سے اس کے اندر ڈیرا جما لیا، اندر اداسی سی پھیل گئی۔

بے اختیار ہی اس نے اپنی ہتھیلیاں پھیلا کر ان میں کچھ کھوجنے کی کوشش کی۔ آج کل اسے اپنے آپ سے کچھ ڈر سا لگنے لگا تھا۔ بعض اوقات کچھ عجیب سے محسوسات اسے اپنی گرفت میں لے لیتے۔ جیسے ابھی تھوڑی دیر پہلے جب وہ ہادی کے برابر بیٹھی تھی تو وہ ایک دم سے اتنا اچھا لگا کہ وہ خود ہی گھبرا گئی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

اتنی غیر یقینی زندگی میں وہ ایسی کوئی انوالومنٹ افورڈ ہی نہیں کر سکتی تھی اور شاید اسی لیے وہ یہاں آنے سے گریزاں تھی۔

☆ ☆ ☆

آفس میں آج کل بہت کام تھا' باہر سے آڈیٹرز آئے ہوئے تھے اور ایسے میں تو ہر دن گویا یوم حساب بن جاتا تھا۔ کام 'کام اور صرف کام۔ دوپہر کو لنچ ٹائم بھی اسی کی نذر ہو جاتا۔ دیر تو اسے تقریباً" روزانہ ہی ہو رہی تھی لیکن آج تو ریکارڈ ہی ٹوٹ گیا تھا۔ ڈھیروں کام نمٹاتے ہوئے اسے بار بار ندا کے اکیلے ہونے کا خیال آتا رہا۔ الجھے ہوئے دماغ کے ساتھ کام بھی صحیح طور پر نہیں ہو رہا تھا۔

رات گیارہ بجے وہ آفس سے اٹھا۔ گھر پہنچتے پہنچتے پینتیس منٹ مزید لگ جاتے۔ اتنی دیر تو اس عرصے میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ لاشعوری طور پر اسی کے متعلق سوچتا رہا۔ ساتھ ہی خود کو بھی کوس رہا تھا کہ اب تک ٹیلی فون کا کنکشن بحال کیوں نہیں کروایا اور موبائل تو ہوتا ہی اس کے پاس تھا۔ اتنا غیر ذمہ دار اور لاپروا تو وہ کبھی نہیں رہا تھا۔

بہرحال کافی تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ بیس منٹ میں گھر پہنچ گیا تھا۔ گیٹ پر پہنچ کر چابی کے لیے جیب ٹٹولی' چابی ندارد۔ جلدی میں آفس ٹیبل پر ہی دھری رہ گئی تھی۔ جھنجلا کر بیل دی۔ دوسری بیل پر اندر سے تیز تیز قدموں کی آواز سنائی دی۔ ندا گیٹ کھول کر ایک طرف کو ہو گئی۔ وہ گاڑی اندر لے آیا۔ گاڑی سے نکلتے ہوئے اس کی نظر ندا پر پڑی۔ پورچ کی ہلکی سی لائٹ میں اس کی سوجی ہوئی متورم آنکھیں دیکھ کر وہ چونکا۔ وہ رو رہی تھی۔ اس کو ملال نے آن گھیرا۔

ندا چپ چاپ اس کے قریب سے گزر کر اندر چلی آئی۔ وہ دل ہی دل میں پشیمان ہوتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ شاور لیتے ہوئے وہ یہی سوچتا رہا کہ

"لڑکیاں تو اتنی ڈرپوک ہوتی ہیں۔ اتنی دیر میں تو سینکڑوں خدشات ان کے دل میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی تو لڑکی ہی ہے اوپر سے اکیلی۔ اس کے پاس تو کوئی فون بھی نہیں کہ دو چار جگہ نمبر گھما کر تسلی کر لے۔" اسے ترس آگیا۔ کل ہی ٹیلی فون ٹھیک کرواؤں گا۔ فریش ہو کر کمرے سے نکلتے ہوئے وہ پکا فیصلہ کر چکا تھا۔

ندا لاؤنج میں صوفے سے ٹیک لگائے' کارپٹ پر دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیٹھی تھی۔ ہلکی آواز میں ٹی وی چل رہا تھا۔ وہ چپ چاپ آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ آستینیں فولڈ کرتے ہوئے ذرا کی ذرا اسے دیکھا۔ آنکھوں میں ابھی بھی نمی چمک رہی تھی' ناک سرخ ہو رہی تھی لیکن اس کا انہماک ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کسی اور ہی جہان میں پہنچی ہوئی ہے۔ ہادی ذرا سا کھنکھارا' نو رسپانس۔ اس نے حیرت سے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا' نظریں ٹی وی اسکرین پر مرکوز تھیں۔ ذرا غور کیا کسی ڈرامے کا سین تھا۔ اسٹوری کا پتا نہیں کیا تھی' البتہ پس منظر میں جنید جمشید کا "تم بھی جاؤں تو مت رونا" دھیمے سروں میں چل رہا تھا۔ ہیروئن کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ ساتھ محترمہ ندا منصور کی آنکھیں بھی چھلکنے کو بے تاب ہو رہی تھیں۔

"تو یہ قصہ تھا' کیا چیز ہیں یہ محترمہ۔ ایک طرف اتنی رقیق القلب کہ ہیروئن کا دکھ بانٹنے کے لیے اس کے ساتھ آنسو بہائے جا رہے ہیں اور دوسری طرف اتنی کٹھور دل کہ سر شام گھر آجانے والا بندہ بارہ بجے لوٹا ہے اور کوئی توجہ ہی نہیں۔" وہ اپنی خوش فہمیوں پر جھنجلا گیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر کچن میں چلا آیا۔ وہ تو منع تھی' اسے خود ہی کھانے پینے کا بندوبست کرنا تھا لیکن ابھی وہ فریج کھول کر جائزہ ہی لے رہا تھا کہ وہ بھی چلی آئی اور چپ چاپ چولہا جلا کر توا رکھ دیا۔

"تم ڈرامہ دیکھ لو' میں خود کر لوں گا سب۔" لہجہ بظاہر ٹھنڈا تھا لیکن انداز طنزیہ۔

"یہ ڈرامہ تو ری ٹیلی کاسٹ تھا۔ میں نے پہلے بھی دیکھا ہوا ہے۔" ... وضاحت دی گویا اگر پہلی

UrduPhoto.com

بار آرہا ہوتا تو وہ یہ زحمت بھی نہ کرتی۔
"کیا پکایا ہے؟"
"بھنڈیاں۔" مختصر جواب آیا۔ اس کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا جس چیز سے اسے چڑ تھی' محترمہ ہر دوسرے دن وہی پکا کر رکھ دیتی تھیں۔
"باقی سبزیاں ملنا بند ہو گئی ہیں؟" وہ جھنجلایا۔
"اروی کل پکائی تھی' ٹنڈے توری آپ کھاتے نہیں ہیں' کریلوں کے بیج نکالتے ہوئے میرے انگوٹھے کا ناخن دکھنے لگتا ہے اور کچھ تھا ہی نہیں سبزی والے کی ریڑھی پر۔"
"واہ کیا شاہانہ مزاج پایا ہے۔ کریلوں کے بیج نکالتے ہوئے انگوٹھے کا ناخن دکھتا ہے۔" اس نے دل ہی دل میں اس کا فقرہ دہرایا۔
"ویسے کل کی اروی رکھی ہے فریج میں' کہیں تو گرم کردوں؟" اس نے اطمینان سے پوچھا۔
"نہیں' اچار دے دو تھوڑا سا۔" اب اسے کیا بتاتا کہ کل کا باسی سالن وہ نہیں کھا سکتا کیونکہ مزاج اس نے خود بھی شاہانہ ہی پایا تھا۔
"اچار تو ختم ہو گیا۔" ندا نے جواب دیا۔
"پورا اچار ختم ہو گیا۔" وہ غش کھانے کو تھا۔
"ہاں' میں اچار سے ناشتہ کرتی ہوں نا۔" اف یہ سادگی بھرا انداز۔
"تم کھانا رہنے دو' مجھے ایک گلاس دودھ دے دو۔" وہ بے دلی سے بولا۔
"آج دودھ والا تو آیا ہی نہیں' ملک پیک کا بھی آدھا پیکٹ بچا ہوا تھا' اس کی چائے بنالی۔" یہ بتاتے ہوئے لہجے میں افسوس ہی افسوس تھا اور یہ سن کر ہادی کا جی چاہا کہ کوئی چیز اٹھا کر یا تو اس کے سر پہ دے مارے یا پھر اپنے سر پہ۔
"چائے پی ہوئی ہے تھوڑی سی گرم کردوں؟" ڈرے ڈرے انداز میں پوچھا گیا۔
"کیوں؟" کھٹ دار لہجے میں استفسار ہوا۔
"پراٹھا بنا دیتی ہوں' چائے کے ساتھ کھالیں۔" اپنی دانست میں تو اچھا مشورہ دیا تھا' پر ہادی کھا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا کچن سے باہر نکل گیا۔

اور لاؤنج میں صوفے پر گرنے کے سے انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ بھوک سے برا حال ہو رہا تھا صبح کا ناشتہ کیا ہوا تھا' لنچ کا ٹائم نہیں ملا تھا صرف دو کپ چائے پی تھی اور اب۔۔۔
اس نے غصے میں ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کیا اور کچھ فاصلے پر رکھے سنگل صوفے کی طرف اچھال دیا۔
کچھ دیر تک آنکھیں موند کر خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے کے بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو ندا ٹیبل پر برتن رکھ رہی تھی۔
"تمہیں معلوم ہے نا کہ میں بھنڈیاں نہیں کھاتا' لے جاؤ یہ چیزیں یہاں سے۔" بمشکل غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔
"بھنڈیاں نہیں ہیں۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟" ابرو اچکا کر پوچھا گیا۔
"کڑھی ہے' عثمان بھائی کے گھر سے آئی تھی۔ مجھے بتانا یاد نہیں رہا۔" سادگی سے وضاحت دی۔
ہادی دن میں ملنے والی پہلی اچھی خبر پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اٹھ گیا۔ ندا نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے دوبارہ کچن کا رخ کیا۔ آج اس نے کچھ زیادہ ہی تنگ کیا۔
"انہوں نے بھی تو آج کم پریشان نہیں کیا مجھے۔ آئندہ اتنی دیر سے گھر آنے کا پروگرام ہو گا تو کم از کم پہلے دس بار سوچیں گے تو سہی۔"
فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں اپنی حکمت عملی کو سراہا۔

☆ ☆ ☆

عثمان کی والدہ ہفتہ' دس دن میں اس کے پاس چکر لگا لیتی تھیں۔ آج شام بھی وہ اپنی چھوٹی نواسی کو ساتھ لے کر آئی تھیں۔ گھنٹہ گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ اس کی ساری توجہ تین سالہ عنایہ پر ہی مرکوز رہی۔ توتلی زبان میں اس نے اتنی پیاری اور مزے کی باتیں کیں

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

کہ ندا کو ہنسی روکنا دوبھر ہو گیا۔ وہ لوگ جانے کے لیے اٹھے ہی تھے کہ اتنے میں ہادی آ گیا۔ رسمی علیک سلیک کے بعد وہ ندا کے ساتھ انہیں گیٹ تک چھوڑنے گیا تھا۔ وہ واپس لاؤنج میں آ کر کشن وغیرہ سمیٹنے لگی۔ ذہن ابھی بھی عینا کی باتوں میں لگا ہوا تھا۔

"تمہارے پاس کوئی ڈھنگ کے کپڑے نہیں ہیں؟۔" اتنی دیر میں وہ اس کے سر پر آن موجود ہوا۔

"ہیں۔" اس نے حیرت سے مختصر سا جواب دیا۔

"تو پھر پہن لیا کرو انہیں۔ کیا سوچ رہی ہوں گی عثمان کی والدہ۔ آج تیسری، چوتھی بار انہوں نے تمہیں ان کپڑوں میں دیکھا ہے۔" وہ اسے جتا رہا تھا اور اسے شدید حیرت نے آ لیا۔ گویا وہ اسے اتنی غور سے دیکھتا ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں تھا کہ وہ زیادہ تر عام سے حلیے میں ہی رہتی تھی۔ بڑی اماں نے تو سوچا تھا کہ وہ نئی نویلی دلہنوں کی طرح چوبیس گھنٹے بنی سنوری بھاری بھر کم کپڑوں میں ملبوس رہا کرے گی، سو پورا سوٹ کیس ایسے ہی کپڑوں کا بھر دیا تھا لیکن اب ہادی کے توجہ دلوانے پر خود بھی کچھ احساس ہوا۔

اگلے روز ہی سوٹ کیس کھول کر نسبتاً "ہلکے کام کے دو چار جوڑے منتخب کیے اور جس وقت وہ لائٹ پرپل شیفون کے سوٹ میں ملبوس کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی، ہادی پانی پینے کچن میں آیا تھا۔ وہ فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پلٹا تھا کہ نظر اس کے دوپٹے پر پڑی جس کے کونے کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ایک لمحے کا توقف کیے بغیر اس نے آگے بڑھ کر اس کا دوپٹہ کھینچ لیا، وہ اس اچانک افتاد سے گھبرا کر پیچھے ہٹی تو وہ دونوں ہاتھوں سے دوپٹے کی آگ بجھا رہا تھا۔

"تم سے کس احمق نے کہا تھا کہ ایسے کپڑے پہنو۔" اس نے پلٹ کر اسے گھورا۔

"آپ نے۔" برجستہ گوئی میں تو اس کا کوئی ثانی ہی نہیں تھا۔

اس صاف گوئی پر ہادی اسے گھورتے ہوئے باہر نکل گیا لیکن اگلے روز صبح آفس جانے سے پہلے اس نے دراز سے اس نے کمرے میں جھانکا۔

"شام کو میں آفس سے جلدی آ جاؤں گا تم تیار رہنا، بازار چلیں گے جو بھی ضرورت کی چیز لینی ہو اس کی لسٹ بنا لینا۔"

انداز اگرچہ حکمیہ ہی تھا پھر بھی غنیمت تھا۔ پہلی بار اس نے ندا کی ذات کے حوالے سے کوئی بات کی تھی۔ اپنے کہے کے مطابق وہ شام کو جلدی آ گیا تھا۔ سب سے پہلے تو وہ اسے لے کر "حسین آگاہی" گیا تھا۔ اس کے لیے تو بالکل اجنبی سا بازار تھا۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا خریدے۔ وہ بھی صرف اسے لے کر آیا تھا، باقی بالکل لاتعلق تھا۔ جو وہ پسند کرتی اس کی پے منٹ کر دیتا۔ وہاں سے فارغ ہو کر وہ کینٹ گئے، وہاں سے اس نے عام استعمال کا کچھ سامان لیا تھا۔ کینٹ کے بعد "سی ایس ڈی" سے ہادی نے اپنی کچھ شرٹس اور ٹائیاں خریدیں اور یوں طویل شاپنگ کر کے جب وہ رات کو لوٹے تو ندا خاصا تھک چکی تھی، اسی وقت گھر سے فون آ گیا۔ وہ تو اپنا سامان لے کر کمرے میں جا رہی تھی، ہادی کے منہ سے غالب کا نام سن کر رک گئی۔ ان سب سے بات کرنے کو دل بے چین ہو رہا تھا، دو چار دن پہلے ہی ہادی نے ٹیلی فون کا کنکشن بحال کروایا تھا۔ اس دن سے کئی مرتبہ وہ گھر فون کرنے کے متعلق سوچ چکی تھی لیکن فون کرنے کی صورت میں بڑی اماں کے تفتیشی نوعیت کے سوال سننے پڑتے اور ان تمام سوالوں کا فی الحال اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، اسی لیے ہر بار فون کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیتی لیکن اب ان کا فون آ ہی گیا تھا تو کئی دنوں سے صبر کرتا دل یکدم بے قرار ہو گیا۔ غالب کے بعد ہادی نے ماہین سے بات کی تھی پھر عاشر، ایمن سے بات ہوئی اور سب سے آخر میں بڑی اماں سے بات ہوئی۔ وہ یکطرفہ گفتگو سنتے ہوئے ہی اندازے لگاتی رہی کہ دوسری طرف کون بول رہا ہے اور کیا بول رہا ہے۔ تقریباً" ہر ایک کو ہادی نے "شاپنگ" کا احوال سنایا تھا، وہ جل ہی تو گئی۔ پھر ذرا دیر بعد جب ہادی نے یہ کہتے ہوئے فون رکھ دیا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہے تو وہ اسے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

...ھیں پھاڑے تکتی ہی رہ گئی۔ ایک تو جھوٹ' وہ بھی
...کے بارے میں۔ اس ڈھٹائی پر تپ کر وہ اپنے
...ے میں آگئی۔ زور سے دروازہ بند کرکے کچھ غصہ
...روازے پر نکالا پھر کمرے میں ہی ٹہلنے لگی۔ آج
...عمل نے اگر دل میں خوش فہمی کا ننھا سا پودا اگایا
...دوسرے عمل نے اسے جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکا۔
...تو چاہ رہا تھا کہ فون ملائے اور بڑھا چڑھا کر اس کی
...یتیں بڑے ابا اور بڑی اماں سے کرے لیکن یہ سوچ
...کہ وہ فی الحال اس کے رحم و کرم پر ہے' ارادہ بدل
...شکایتوں اور الزامات کی اس فہرست میں جو اس
...بڑے ابا اور اماں کے سامنے رکھنا تھیں' ایک اور
...م کا اضافہ ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

...صبح سے ہادی کا چھینکوں سے برا حال ہو رہا تھا' آج
...نے طبیعت کی خرابی کے باعث آفس سے چھٹی
...تھی اور اس وقت لاؤنج میں صوفے پر لیٹا کوئی
...بورکس چینل دیکھ رہا تھا۔ ہر دو منٹ بعد وہ جس
...از سے زوردار قسم کی چھینک مارتا ندا کا دل اچھل کر
...ق میں آجاتا۔
"توبہ کس قدر جناتی چھینکیں ہیں۔" کچن میں کام
...تے ہوئے وہ بڑبڑائی۔
کچن میں اس کی موجودگی جب زیادہ ہی طویل ہو گئی
...ہادی نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر کچن کی طرف دیکھا
...دل میں خیال آیا کہ شاید اس کے لیے پرہیزی کھانا
...رہی ہو لیکن کچن سے مسالہ بھوننے کی جو خوشبو
...رہی تھی' وہ پرہیزی ہرگز نہیں تھی۔ ایک ٹھنڈی
...سانس لے کر ہادی نے ٹی وی آف کیا اور پھر بازو
...آنکھوں پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ تھوڑی دیر بعد
...ے نزدیک سے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی تھی۔
...نے آنکھوں پر سے بازو ہٹائے بغیر تھوڑی سی
...آنکھیں کھولیں۔
ندا خاموشی سے اس کے صوفے کے قریب آئی
...تھی پھر کچھ دیر رک کر اسی خاموشی سے واپس بھی چلی

گئی۔ اس نے کوئی نوٹس لیے بغیر آنکھیں دوبارہ موند لیں۔ لیکن جب اگلے بیس منٹ میں ندا چوتھی بار آکر پلٹی تو وہ کچھ چونکا۔ اسے لگا جیسے وہ اس کی طبیعت پوچھنا چاہ رہی ہے لیکن مخاطب نہیں کر پا رہی۔ اسے مزہ آنے لگا' ورنہ صبح سے وہ کتنی ہی بار سوچ چکا تھا کہ کیسی بے حس لڑکی ہے' کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ مجال ہے جو کسی چیز کے بارے میں ذرا سی بھی فکرمندی چہرے سے ظاہر ہو' لیکن اب پندرہ بیس منٹ سے اسے اپنے گرد منڈلاتا دیکھ کر اسے کچھ تسکین سی محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ ڈاکٹر کے پاس نہیں جا رہے؟" آخر ہمت کرکے پوچھ ہی لیا۔

"کیوں؟" اسی پوزیشن میں لیٹے ہوئے محض آنکھیں کھولی تھیں۔

"وہ ڈاکٹر کا ٹائم ختم ہونے والا ہے نا پھر کلینک بند ہو جائے گا۔" جلدی سے وضاحت دی۔

"میں نہیں جا رہا۔" اس نے خوامخواہ کا نخرہ دکھایا۔

"طبیعت زیادہ خراب نہ ہو جائے' میڈیسن لے لیتے تو اچھا تھا۔" وہ بدستور منمنا رہی تھی۔

"کہہ تو دیا' نہیں جا رہا۔" ذرا سی توجہ ملنے پر تسکین تو ہوئی لیکن ابھی بھی سیری نہیں ہوئی تھی' سو لہجے میں اکڑ پیدا کی۔ وہ بے چاری سست قدموں سے واپس پلٹ گئی لیکن آدھے گھنٹے بعد ہی ہادی کو اپنے فیصلے پر نظرثانی کرنا پڑی۔ بخار تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ دماغ کو زمین پر لاکر سوچا تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ ڈاکٹر کے پاس چلے جانا چاہیے۔ بالوں کو ہاتھ سے درست کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"دروازہ بند کر لو' میں جا رہا ہوں۔" بلند آواز سے اسے پکار کر کہا۔ وہ فوراً لاؤنج میں آئی۔

"کہاں جا رہے ہیں؟" حیرت سے پوچھا۔

"ڈاکٹر کے پاس۔" اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اطلاع دی۔ توقع کے مطابق اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھرے تھے' اسے خوشی سی ہوئی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

"ایک منٹ ٹھہریں پلیز۔" وہ کہتے ہوئے تیزی سے کچن میں گئی، دو منٹ بعد جب واپس آئی تو ہاتھ میں ڈونگا تھا۔

"یہ عثمان بھائی کے گھر دیتے جایئے گا" آنٹی کی ریسیپی ٹرائی کی تھی۔"

قیمہ بھری شملہ مرچ کا ڈونگا اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے بڑی سرشاری سے بتایا تھا اور اس لمحے ہادی کا جی چاہا کہ ڈونگا سامنے دیوار پر دے مارے تو اصل چکر یہ تھا۔ ڈاکٹر کا کلینک عثمان کے گھر کے پاس تھا تو ان شملہ مرچوں کو عثمان کے گھر پہنچانے کے لیے اسے ڈاکٹر کے پاس بھیجا جا رہا تھا۔ اپنی توقعات کے ٹوٹنے پر وہ بری طرح کھول کر رہ گیا۔ دانت بھینچتے ہوئے ڈونگا اس کے ہاتھ سے لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ دو تین گھنٹوں کے لیے عثمان کے گھر قرآن خوانی میں گئی تھی۔ واپس آئی تو کچن کا حال دیکھ کر چکرا گئی۔ پورا کچن تلپٹ کر ہو چکا تھا۔

کمال ہے اتنی سی دیر میں کیا حال کر دیا۔" وہ بڑبڑائی۔ ڈرائنگ روم سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ باہر کھڑی گاڑی اور موٹر سائیکل دیکھ کر اندازہ ہو ہی گیا تھا کہ اس کے دوستوں کی آمد ہوئی ہے اور کچن کا یہ حال یقیناً مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے کی کوششوں میں ہوا ہے۔

اس سے تو اچھا تھا بازار سے ہی کچھ لے آتے۔" اس نے چیزیں سمیٹتے ہوئے سوچا۔ آج رات کو اس نے کڑھی بنانے کا سوچ رکھا تھا۔ جانے سے پہلے وہ سارا کام نمٹا کر گئی تھی۔ پکوڑوں کے لیے آمیزہ بنا کر فریج میں رکھ دیا تھا جو ہادی کے کام آچکا تھا۔ یعنی دوستوں کی خاطر پکوڑوں سے کی گئی ہے۔ اسے اپنے سگھڑاپے پر حیرت ہوئی لیکن اس سگھڑاپے کے نتیجے میں بکھرا پھیلاوا سمیٹتے ہوئے اسے کافی دیر ہو گئی۔

ابھی وہ برتن دھو کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ وہ ٹرے اٹھائے اندر چلا آیا۔ ندا نے ایک نظر ٹرے پر ڈالی۔ چائے کے ساتھ پکوڑے اور پکوڑوں کے ساتھ چٹنی۔ صد حیرت۔

"یہ چٹنی چیک کرو، کچھ خراب لگ رہی ہے۔" اسے مخاطب کیا گیا۔ رنگت تو واقعی کچھ عجیب سی تھی۔ کم از کم چٹنی جیسی تو کوئی بات نہیں لگ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے پودینہ ایکسپائر ہو گیا ہے۔" اسے کسی نتیجے پر نہ پہنچتا دیکھ کر ہادی نے خود ہی رائے ظاہر کی۔

"اف..." اسے ہنسی آگئی۔ "کبھی پودینہ بھی ایکسپائر ہوا ہے۔" مسکراہٹ روکنے کی کوشش کرتے ہوئے سوچا۔

"لیکن خشک پودینہ تو ختم ہو گیا تھا، آپ کو کہاں سے ملا؟" اچانک ہی یاد آیا تو پوچھ بیٹھی۔

"پورا جار بھرا ہوا ہے۔" ہادی نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"کہاں ہے؟" وہ حیران ہوئی۔

ہادی نے جواب میں کیبنٹ کھول کر ڈبہ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

"آپ نے اس سے چٹنی بنائی ہے۔" مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔" وہ جھنجلایا۔

"یہ پودینہ نہیں ہے گرین ٹی ہے۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

اس نے خجالت چھپاتے ہوئے اسے گھورنا چاہا مگر اس کے چہرے پر بکھری معصوم سی شفاف ہنسی دیکھ کر وہ کچھ دیر کو غصہ بھول گیا۔ کتنی مختلف لگ رہی تھی، یوں ہنستے ہوئے۔ وہ ایک لمحے کو مبہوت ہوا مگر اگلے ہی پل سنبھل گیا۔

"تم صحیح ڈبوں میں صحیح چیزیں نہیں رکھ سکتیں۔" بظاہر جھنجلا کر کہا۔

"یہ ڈبہ گرین ٹی کا ہی ہے۔" اس نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے وضاحت دی۔

"لیکن میں تو اس میں پودینہ ہی رکھتا تھا۔"

UrduPhoto.com

عجیب منطق تھی۔ ندا کو ایک بار پھر ہنسی آ گئی۔ رخ موڑ کر اس نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی تھی۔ ہادی جھنجلایا ہوا باہر نکل گیا۔ یہ اور بات کہ چہرے پر غصہ بھرے تاثرات لانے کے باوجود اسے غصہ نہیں آیا تھا سچی بات تو یہ ہے کہ اپنی حماقت پر خود بھی ہنس رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"آج شام کو میرے آفس کے کولیگ اپنی مسز کے ساتھ آئیں گے، کچھ منگوانا ہو تو بتا دو۔" آفس کے لیے نکلتے ہوئے اسے اچانک یاد آیا تھا۔

"چائے پر آئیں گے؟" اس نے سوال کیا۔

"ظاہر ہے شام کو چائے پر ہی آتے ہیں۔" کسی بھی بات کا سیدھا جواب دینا تو اس کی سرشت میں ہی نہ تھا۔

"نہیں، میں تو اس وجہ سے پوچھ رہی ہوں کہ آپ کے اکثر دوست شام کی چائے پر آتے ہیں پھر رات کا کھانا کھا کر ہی جاتے ہیں۔" اس نے بڑے آرام سے ذکر کیا کہ پچھلے چند دنوں میں یہی ہوا تھا۔ صد شکر کہ کوئی جواب دینے کے بجائے محض گھورنے پر اکتفا کیا اور جب شام کو لوٹا تو اسے زحمت سے بچانے کے لیے سب کچھ بازار سے ہی لے آیا تھا' اسے شرمندگی ہوئی۔ کیا تھا جو چپ چاپ اس کی بات سن لیتی۔ اس نے خود کو ڈپٹا پھر اسی شرمندگی کے زیر اثر کچھ چیزیں خود بھی بنا لیں، نہ صرف یہ بلکہ آج تو اپنی تیاری پر بھی خاصی توجہ دی تھی۔ اس روز ہادی کے ساتھ جو کپڑے خریدے تھے' ان میں سے ہی ایک زیب تن کیا تھا جس وقت مہمان آئے' اس کے سمیت سب کچھ سیٹ تھا۔

آج پہلی بار اس کا کوئی کولیگ مسز سمیت آ رہا تھا۔ مسز کو نہ جانے اس نے کیسے انوائٹ کر لیا تھا ورنہ عثمان کی فیملی کے علاوہ اس کے کسی اور دوست کے گھر سے کبھی کوئی نہ آیا تھا۔ یہ حقیقت بھی مہمانوں کے آنے پر کھلی۔ کسی کی حال ہی میں شادی ہوئی تھی۔ لہٰذا باقی آفس والوں کی طرح اسے بھی شادی شدہ کپل کو انوائٹ کرنا پڑا تھا۔ نیا نویلا کپل بہت اچھا تھا۔ ہنستی مسکراتی علیزہ' ندا سے بہت جلد بے تکلف ہو گئی تھی۔ ندا کو بھی اس سے بات چیت میں کافی مزہ آ رہا تھا۔ کافی عرصے بعد وہ کسی ہم عمر سے ملی تھی۔ وہ اسے اپنے ساتھ بیڈ روم میں ہی لے آئی اور اس وقت وہ دونوں بستر پر چوکڑی مار کر بیٹھی جانے کس بات پر ہنس رہی تھیں۔ جب ہادی ایک بار پھر چائے کا کہنے اس کے کمرے میں آیا تھا۔

آف وہائٹ اور زرد امتزاج کے کڑھائی والے سوٹ میں' کھلے بالوں کے ساتھ وہ ایسی لگ رہی تھی کہ ایک لمحے کو ہادی اس پر سے نظریں ہٹانا بھول گیا تھا۔ اسی لمحے ندا نے بھی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ فوراً سنبھلا پھر چائے کا کہتے ہوئے پلٹ گیا۔

علیزہ ان دونوں کی تعریف کرنے لگی۔ اس نے بغیر کوئی تبصرہ کیے مسکراتے ہوئے تعریف وصول کی۔

☼ ☼ ☼

وہ کافی دیر سے بلا مقصد کچن میں چیزوں کی ترتیب الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ چھٹی والے دن اسے اسی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کچھ نہ کرتے ہوئے بھی مصروف نظر آنا کافی مشکل امر تھا لیکن وہ اس وقت یہی کر رہی تھی جبکہ ہادی لاؤنج میں نیم دراز تھا۔ وہاں سے کچن کا اندرونی منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔ کافی دیر سے اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اس کی نگاہوں کی زد میں ہے۔ شروع میں تو وہ اسے اپنا وہم سمجھی لیکن دو چار بار نظر اٹھا کر دیکھنے پر پتہ چلا کہ موصوف کی توجہ واقعی کچن کی طرف ہے' وہ پہلی بار کنفیوز ہو گئی۔

"نجانے کیا سوچ رہے ہیں۔" وہ اس کی نظروں کے ارتکاز سے الجھ رہی تھی۔ اسی الجھن میں جیسے تیسے کام نمٹایا پھر خاموشی سے نظریں جھکائے وہ اس کے پاس سے گزر کر اندر کمرے کی طرف جانے لگی جب ہادی نے پکارا۔

"میرا سوٹ پریس کر دو۔" نہایت مختصر سا جملہ تھا

UrduPhoto.com

سب سے بات کرنے کے بعد بڑی اماں لائن پر آئی تھیں اور بڑی اماں کی آواز سنتے ہی اس کا گلا رندھ گیا۔ بڑی اماں اس کا حال جاننا چاہ رہی تھیں اور وہ خاموشی سے لب کاٹ رہی تھی پھر انہیں بھی غالباً اندازہ ہو گیا کہ وہ رو رہی ہے۔

"کیا ہوا ہے بیٹا! خوش نہیں ہو؟" ان کے لہجے میں اندیشے ہی اندیشے تھے۔

"کچھ بولو ندا! ہادی نے کچھ کہا ہے؟" بڑی اماں اس کی خاموشی سے گھبرا گئیں۔

"نہیں بڑی اماں! ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے فوراً" خود کو سنبھالا۔

"پھر رو کیوں رہی ہو؟" ان کے اندیشے ختم نہیں ہو رہے تھے۔

"آپ لوگ بہت یاد آ رہے ہیں۔" بروقت جملہ اس کے لبوں سے ادا ہوا تھا۔

"اوہ!" بڑی اماں نے سکون کا سانس لیا۔

"ڈرا کر رکھ دیا ندا تو نے' اگر ہم یاد آ رہے ہیں تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ ہادی سے کہو' وہ چار دن کی چھٹی لے کر ملانے لے آئے۔ ویسے تمہارے بڑے ابا بھی تمہیں بہت یاد کر رہے ہیں۔ چھٹی مل جائے گی نا ہادی کو؟"

وہ استفسار کر رہی تھیں۔ وہ ایکدم گڑبڑا سی گئی۔ اب ان کو کیا بتاتی کہ ہادی سے کچھ پوچھنا یا کچھ کہنا اس کے لیے قطعاً" آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھیں۔

"نہیں بڑی اماں! وہ کہہ رہے تھے کہ آفس میں کام بہت ہے' فی الحال چھٹی نہیں مل سکتی۔"

اس نے بہانہ تراشا' بڑی اماں کو بھی شاید اس کے بہانے پر اعتبار آ گیا تھا' اسی لیے کچھ مزید نصیحتیں کرنے کے بعد فون رکھ دیا۔ اماں سے بات کر کے اس کے دل میں بھی کچھ ٹھہر سا گیا لیکن شام کو جب ہادی آفس سے لوٹا تو کڑے تیوروں کے ساتھ اس کے سر پر جا کھڑا ہوا۔

"تم نے گھر فون کیا تھا؟" آٹا گوندھتے ہوئے اس کے ہاتھ ذرا سا رک گئے۔

لیکن وہ بری طرح جز بز ہو گئی۔ مشکل تو یہ تھی کہ آئرن اسٹینڈ بھی لاؤنج میں ہی رکھا تھا اور اس کا مطلب تھا مزید پندرہ منٹ لاؤنج میں گزارنا۔

"روز تو خود ہی استری کرتے ہیں' آج ضرور مجھ سے کرواتا ہے۔" وہ جھنجلا تو رہی تھی لیکن چپ چاپ آئرن اسٹینڈ کے پاس دھرے کپڑے اٹھا کر اپنے سامنے پھیلائے۔ اپنی طرف سے وہ بہت احتیاط سے کریز بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ نظروں کے ارتکاز اور کریز بنانے کی کوشش میں اس کا ہاتھ بری طرح استری سے ٹکرایا تھا۔ گرم گرم آگ سی انگلیوں میں پھیلی تھی۔ ضبط کرتے کرتے بھی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں۔ جیسے تیسے استری مکمل کرنے کے بعد کپڑے اس کی الماری میں لٹکا دیے۔

"کتنے بے حس ہیں۔" اپنی تکلیف سے زیادہ اس کی بے حسی پر غصہ آ رہا تھا۔

"سنو' ہاتھ پر کچھ لگا لینا۔" اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے ہادی کے الفاظ اس کی سماعت سے ٹکرائے تھے۔ اس نے ایک لمحے کو رک کر بات سنی تو ضرور تھی لیکن پھر بنا کوئی جواب دیے تیزی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ خدشہ تھا کہ اگر مزید ایک لمحہ بھی ٹھہری تو آنسو جو ابھی تک آنکھوں کے گوشوں سے باہر نہیں نکلے تھے' وہ بے قابو ہو جائیں گے۔

غصہ' بے بسی اور جھنجلاہٹ اس پر یہ تینوں احساسات بری طرح حاوی تھے۔ کمرے میں داخل ہو کر وہ سیدھی اپنے بیڈ کی طرف بڑھی تھی اور پھر ضبط جواب دے گیا۔

✲ ✲ ✲

"میں آج گھر فون کروں گی۔" صبح اٹھنے کے بعد ارادہ کیا۔ اس کے آفس جانے کے بعد اس نے فوراً" [illegible] ملایا تھا۔ دوسری یا تیسری بیل پر ریسیور اٹھا لیا گیا تھا۔ دوسری طرف عاشر تھا۔ ندا کی آواز پہچان کر اس نے زوردار نعرہ بلند کیا تھا پھر سب ہی فون پر چلے آئے۔

UrduPhoto.com

"جی۔" سر جھکا کر دوبارہ آٹا گوندھنا شروع کر دیا۔
"وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" انداز کٹیلا تھا۔
"سب لوگ یاد آرہے تھے۔" دھیمے لہجے میں وجہ بھی بتا ڈالی۔
"اور روئی کیوں تھیں؟" ایک اور سوال' اسی چیز کا تو اسے ڈر تھا۔ یقیناً بڑی اماں نے اس کے فون کے بعد ہادی کے آفس میں بھی فون کیا تھا۔ غالباً" اسے بھی نصیحتیں کرنے کے لیے۔
"میں کچھ پوچھ رہا ہوں؟" کوئی جواب نہ پا کر وہ تیز ہوا۔
"ایسے ہی' دل گھبرا رہا تھا۔" اس نے کسی قدر سچائی سے کہا۔
"بہر حال آئندہ اگر فون کرنا ہو تو میری موجودگی میں کرنا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہاں اماں خوامخواہ پریشان ہوں۔" سنجیدگی سے حکم دیا گیا۔
اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا اور اس کے جانے کے بعد آنکھیں دوبارہ پانیوں سے بھر گئیں۔ اماں کی پریشانی کا تو بہت خیال تھا اور کسی کے جذبات و احساسات کی تو گویا پرواہی نہیں تھی۔
"بڑے ابا! آپ نے کس پتھر دل شخص کو میرے پلے باندھ دیا ہے۔" اس نے دل ہی دل میں بڑے ابا سے شکوہ کیا۔

☼ ☼ ☼

آج کافی دنوں بعد موسم خوشگوار ہوا تھا' اسی وجہ سے وہ خلاف معمول پچھلے صحن میں کرسی بچھا کر بڑی فرصت سے اخبار اور چائے دونوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا لیکن لاشعوری طور پر دھیان بھٹک کر ندا کی طرف ہی جا رہا تھا جو تار سے دھلے ہوئے کپڑے اتار تی پھر رہی تھی۔
"لگتا ہے محترمہ نے آج بھی کوئی ٹریجک ڈرامہ دیکھ لیا ہے۔" اس کا متورم چہرہ اور سرخ ہوتی ناک کو دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا تھا۔ اپنا کام مکمل کر کے وہ اندر چلی گئی تھی۔ وہ بھی دوبارہ اخبار میں محو ہو گیا لیکن

حیرت اسے اس وقت ہوئی جب مغرب کی اذان ہونے پر وہ اندر گیا تو وہ تب بھی رو رہی تھی۔ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی گھٹنوں میں سر دیے وہ اسے صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس وقت تو وہ کچھ نہیں بولا لیکن رات کو کھانا کھاتے ہوئے رہا نہیں گیا۔
"کون سا ڈرامہ دیکھا تھا آج؟" بڑی بے نیازی سے پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے دریافت کیا۔
"جی؟" وہ لمحے بھر کو حیران ہوئی تھی لیکن پھر اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی اس کے لہجے میں چھپے طنز کو پا گئی تھی۔ جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا' بس ایک بار پھر سر جھکا کر پلیٹ پر جھک گئی۔
"ویسے میرا خیال ہے یہ ٹریجک ڈرامے اور کہانیاں تم جیسے لوگوں کے لیے ہوتے ہیں۔"
اس سے مزید وہاں بیٹھنا دوبھر ہو گیا لیکن اچانک اٹھنا بھی مشکل تھا۔ سو بے تاثر چہرے کے ساتھ کھاتی رہی۔ کھانا ختم کر کے برتن سمیٹے اور دھوئے بغیر ہی کمرے میں چلی گئی۔
اتنے میں فون کی بیل بجی تو ہادی نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف بڑی اماں تھیں اور حسب توقع اماں نے اس سے بھی پہلے ندا کی خیریت دریافت کی اور اسی بات سے وہ چڑ گیا۔
"کبھی میرا بھی خیال کر لیا کریں' بیٹا ہوں آپ کا۔"
"بیٹا ہے' اسی لیے تو نصیحت کر رہی ہوں۔ میرے چاند' خیال رکھا کر اس کا اور آج تو ویسے بھی اس کا جی بہت دکھی ہو رہا ہوگا۔"
"کیوں' آج کون سا ستم ٹوٹا ہے محترمہ کی ذات پر۔" وہ چپ نہ رہ سکا تھا اور وہ جو فون کی گھنٹی سن کر خاموشی سے اپنے کمرے کے دروازے میں آکھڑی ہوئی تھی' واپس پلٹ گئی۔ اب ضبط کا یارا نہ رہا تھا۔
"ہادی! کیا ہو گیا ہے تجھے' اتنا سنگدل تو تو کبھی نہ تھا۔ آج برسی ہے اس کے باپ کی۔" اماں کو حقیقتاً" اس کی بے حسی پر دکھ ہوا تھا۔
"اوہ..." وہ چپ کا چپ رہ گیا۔
"کہاں ہے' ذرا بلا اسے۔" اماں اب ندا سے بات

UrduPhoto.com

کرنا چاہ رہی تھیں۔ وہ ریسیور سائیڈ پر رکھ کر اس کے کمرے کے کھلے دروازے میں آکھڑا ہوا۔ وہ الماری میں سر گھسائے جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

"اماں بات کرنا چاہ رہی ہیں تم سے۔" اس بار لہجہ کافی نرمی لیے ہوا تھا۔

"کہہ دیجیے میں سو رہی ہوں۔" اس نے مڑے بغیر جواب دیا تھا۔ وہ آواز سے ہی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ اپنے بے تحاشا بہتے آنسوؤں کی پردہ پوشی کرنے کے لیے رخ موڑے کھڑی ہے۔ وہ چپ چاپ پلٹ گیا۔ اماں کو جانے اس بات پر یقین آیا تھا یا نہیں، بہر حال انہوں نے مزید کوئی جرح کیے بغیر فون رکھ دیا۔ وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر دوبارہ اس کے کمرے کی طرف گیا تھا۔ اس بار دروازہ بند تھا۔ اس نے دستک دینے کو ہاتھ بلند کیا پھر کچھ سوچ کر بنا دستک دیے پلٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

اس پر حاوی قنوطیت کا یہ دور جانے کتنا طویل ہو جاتا کہ اچانک بڑی اماں، ماہین، ایمن اور عاشر کی آمد نے خوشگوار سی ہلچل مچادی۔ کتنی ساعتیں تو وہ بے یقینی کے عالم میں کھڑی انہیں دیکھتی رہی اور جب واقعی یقین آگیا تو بے تابی سے ان کی شفیق بانہوں میں سما گئی۔

"آج صبح سے میرا دل کہہ رہا تھا کہ کوئی اچھی خبر ملے گی۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی جبکہ آنسو روانی سے گالوں پر بہہ رہے تھے۔

"دیکھ لو، ہمیں تمہارے دل کا کتنا خیال ہے۔" ماہین اس سے گلے ملتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"سچی بڑی اماں! مجھے واقعی یقین نہیں آ رہا۔" اس کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

"ہوم آپ دنیا کی پہلی بہو ہیں ندا آپی! جو اپنی ساس کی آمد پر اتنا خوش ہو رہی ہیں۔" عاشر نے اسے چھیڑا۔

"تو کتنے شریر ہو گئے ہو تم عاشر!" اس نے پیار سے اس کے بال بکھیرے۔

"بڑے ابا اور غالب کیوں نہیں آئے؟" پہلا خیال ان ہی کا آیا تھا۔

"بس ان دونوں باپ بیٹے کو گھر کی چوکیداری کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔" بڑی اماں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپی! گھر تو آپ نے بہت صاف رکھا ہوا ہے۔" ایمن نے توصیفی نگاہوں سے گھر کا جائزہ لیا۔

"کہاں صاف رکھا ہوا ہے، آج تو میں نے ڈسٹنگ بھی نہیں کی۔ پہلے پتہ ہوتا تم لوگوں کے آنے کا تو ڈھیر سارا اہتمام کرتی۔ آج تو میں نے پکائی بھی دال ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"کوئی بات نہیں، ہم بہت دنوں کے لیے آئے ہیں۔ آپ یہ اہتمام پھر کبھی کر سکتی ہیں۔" ماہین شریر ہوئی۔

"ہادی کب تک آتا ہے؟" اچانک بڑی اماں کو خیال آیا۔

"آج کہہ کر گئے تھے کسی دوست کی طرف جانا ہے۔ ہو سکتا ہے دیر ہو جائے۔" اس نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

ہادی رات نو بجے گھر آیا تھا، گیٹ ندا ہی کھولنے گئی۔

"کیا ہوا ہے؟" اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ دیکھ کر ہادی نے حیرت سے پوچھا تھا۔ وہ بنا کوئی جواب دیے اندر چلی گئی اور اس کے پیچھے جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا تو اس کے قدم تھم سے گئے۔

"اماں! آپ....." وہ ایک لمحے کو خوش، پھر حیران اور آخر میں پریشان ہو گیا۔

"السلام علیکم بھائی۔" ماہین، عاشر اور ایمن نے بھی زوردار سلام کیا تھا۔ وہ سب سے ملتا ہوا بڑی اماں کے سامنے جھکا۔

"جیتے رہو۔" انہوں نے اس کی پیشانی چومی۔

"وہ کیسی ہیں آپ؟" وہ ان کے قدموں میں ہی بیٹھ گیا۔

"اماں تو ٹھیک ہیں بھائی! البتہ آپ کی خیریت مشکوک ہے۔" ماہین ہنسی تھی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

"اتنی دیر تک باہر رہتا ہے تو ہادی! اور یہ یہاں گھر میں اکیلی۔" اماں نے ہلکی سی خفگی دکھائی۔

"نہیں اماں! ہمیشہ تو نہیں۔ میرا مطلب ہے آج ہی دیر ہوئی ہے۔" وہ صفائی دینے لگا اور یوں بوکھلا کر صفائی دیتا ہوا ہادی، ندا کو تو لطف ہی آگیا اسی لمحے ہادی نے اسے گھورا تو اس کی مسکراہٹ کو فوراً "بریک" لگ گیا۔

"اور ندا! تم اب کھانا وغیرہ لگا دو۔ میرے انتظار میں ہی روک رکھا ہو گا سب کو۔" اس کا نام لے کر مخاطب کیا گیا۔

"نہیں بھائی! کھانا تو ہم کھا چکے بلکہ چائے بھی پی لی۔" ایمن نے بتایا۔ وہ کچھ خجل سا ہو گیا۔

"کیا پکایا ہے آج؟" خجالت چھپانے کو سوال کیا۔

"دال بنائی تھی۔" اس نے بغیر ڈرے جھجکے جواب دیا۔

"واٹ، آج پھر دال۔" وہ چلایا۔

"اماں! دیکھ رہی ہیں آپ، دال کا آج لگا تار تیسرا دن ہے۔" اماں کے سامنے ان کی بہو کے نمبر گھٹانا چاہے۔

"تو اور کیا پکاتی، پرسوں آپ کو یاد دلایا بھی تھا کہ گوشت اور چکن ختم ہو گیا ہے۔ آپ لائے ہی نہیں۔ سبزی آپ کو اچھی نہیں لگتی۔"

اس نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ وہ جز بز ہو گیا۔ بات تو صحیح تھی لیکن اماں کے سامنے صاف گوئی کا یہ مظاہرہ اسے کچھ پسند نہیں آیا۔ جب ہی اس کے کچن میں جانے کے بعد وہ بھی پیچھے ہی چلا آیا۔

"دیکھو، اماں پہلی بار یہاں آئی ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھ سے خفا ہوں، اس لیے شکوے شکایات ذرا کم کرنا۔" وہ بڑے سادہ سے انداز میں تنبیہہ کر رہا تھا۔

لیکن اس کے لہجے میں چھپی بے بسی سے وہ بخوبی واقف تھی۔ فی الوقت تو اس نے بڑی تابعداری سے سر اثبات میں ہلایا تھا لیکن بڑی اماں کی جانچتی نظروں سے وہ زیادہ دیر تک بچ نہ سکی۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ یہ کمرہ گیسٹ روم کے طور پر سیٹ کر رکھا ہے لیکن تمہارا سارا سامان تو یہیں ہی رکھا ہے۔"

رات کو جب وہ اپنی الماری کا پٹ کھولے بڑی اماں کے لیے جائے نماز نکال رہی تھی تو انہوں نے اچانک دریافت کیا۔ وہ ایک لمحے کو سٹپٹا گئی۔ یہ تو سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ اتنی معمولی بات بھی نوٹ کر لیں گی۔

"وہ بڑی اماں! اپنا سامان تو میں نے اسی کمرے میں رکھا ہے۔ دوسرے کمرے میں تو ان کا سامان بھرا ہوا ہے اور وارڈروب بھی اتنی گندی ہے ان کی، وہی سنبھالنے میں نہیں آتی۔ اگر میں بھی سامان وہاں رکھ دیتی تو پھر تو اللہ ہی حافظ تھا۔"

اس نے بروقت جواب دیا۔ پتا نہیں ان کی تسلی ہوئی یا نہیں مگر فی الحال وہ خاموش ہو گئیں۔ اس نے بھی سکون کا سانس لیا۔

رات کو دیر تک ماہین اور ایمن کے ساتھ محفل جمی رہی۔ ہادی تو کچھ دیر بعد ہی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ بڑی اماں بھی باتیں کرتے کرتے سو گئیں لیکن وہ تینوں مزے سے بیٹھے گزرے دنوں کے احوال سنا رہے تھے۔ باتیں کرتے کرتے دو بج گئے تھے جب بڑی اماں کی آنکھ کھلی۔

"تم ابھی تک یہاں بیٹھی ہو؟" انہوں نے حیرت سے ندا کو دیکھا۔

"مجھے کہاں جانا تھا۔" وہ سٹپٹائی۔

"بہت دیر ہو گئی ہے بیٹا! بس اب سو جاؤ۔" انہوں نے وقت کا اندازہ لگانا چاہا۔

"بڑی اماں! آج تو میں اور ماہین اکٹھے ہی سوئیں گے۔ اتنے دنوں بعد ملے ہیں، بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" اس نے ذرا منت بھرا لہجہ اختیار کیا۔

"ماہین ابھی کئی دن تک تمہارے پاس ہی ہے۔ باقی باتیں پھر کر لینا، اب جاؤ سونے، ورنہ صبح آنکھ نہیں کھلے گی۔" بڑی اماں اسے اس کے صحیح ٹھکانے پر پہنچانے پر مصر تھیں۔ وہ ناچار اٹھ کھڑی ہوئی۔ کمرے سے باہر آکر لاؤنج میں دیکھا۔ صوفے پر عاشر سو رہا تھا

UrduPhoto.com

اور راہ فرار ممکن نہ تھی۔ اسے ہادی کے کمرے کا رخ کرنا ہی پڑا۔

دبے پاؤں دروازہ کھول کر اندر آئی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ بیڈ پر کروٹ کے بل وہ گہری نیند میں تھا۔ وہ خاموشی سے آکر صوفے پر لیٹ گئی۔ ٹو سیٹر صوفے پر رات گزارنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔ پاؤں سمیٹ کر سونے کی کوشش کی پر نیند کسی طور آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"کتنے مزے سے سو رہے ہیں۔" بیڈ پر ہادی کے چین سے سوتے وجود کو دیکھ کر اسے بے چینی ہوئی۔

وہ جلتی کڑھتی رہی، آخر نیند اس پر مہربان ہو ہی گئی اور نیند آتے کے ساتھ ہی ہمیشہ کی طرح خوابوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ خوبصورت پہاڑیوں پر ہادی کا ہاتھ تھامے اچھی بھلی سیر کر رہی تھی کہ اچانک پاؤں پھسلا۔ پہاڑ کی بلندی سے نیچے گرتے ہوئے وہ بے ساختہ چلائی۔ اور جب آنکھ کھلی تو سامنے ہی ہادی کھڑا خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

"تم پہلے ہی کارپٹ پر سو جاتیں، لڑھکنے کا شوق پورا کرنا ضروری تھا۔" مروت تو اسے چھو کر نہیں گزری تھی، وہ شرمندگی چھپاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بہرحال میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں، تم بیڈ پر سو جاؤ۔ اگر اماں نے دیکھ لیا تو......" آگے بات ادھوری چھوڑ کر وہ واش روم میں گھس گیا۔ وہ چند لمحوں کے لیے تو سوچتی رہی لیکن پھر نیند سے بوجھل آنکھوں کے ساتھ غڑاپ سے بستر میں گھس گئی۔ معلوم تھا کہ وہ نماز کے بعد دوبارہ سونے کا عادی نہیں ہے۔ اس دن تو اس کے عیش ہو گئے۔ بڑی اماں نے اسے اٹھائے بغیر خود ہی ناشتہ بنا لیا تھا۔ اس کی آنکھ اس وقت کھلی تھی جب ہادی ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑا ٹائی کی ناٹ بنا رہا تھا۔ نہایا دھویا، نکھرا نکھرا سا۔ وہ ایک نظر اس پر ڈالتی ہوئی سلیپر پاؤں میں ڈال کر باہر نکل آئی۔ ہادی نے ذرا سا رخ موڑ کر اسے جاتے دیکھا تھا۔

ہادی کے آفس جانے کے بعد باقی پورا دن دوپہر کا پرتکلف کھانا تیار کرنے اور سب کے ساتھ با[تیں] کرنے میں صرف ہوا۔ شام کو وہ عاشر، ایمن اور [...] کے ساتھ کالونی کی سڑکیں ناپنے نکل گئی۔ مغرب [کے] بعد گھر لوٹی تو ہادی بھی آفس سے آ چکا تھا اور بڑی [...] اس کی خبر لے رہی تھیں۔ سب کے آنے پر [...] بڑی اماں خاموش ہوئی تھیں، ہادی بھی جان چھڑ[ا] شکر مناتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں بھئی، کیسا لگا ملتان۔" اس نے ماہین کو مخا[طب] کرتے ہوئے پوچھا۔

"ملتان ابھی دیکھا کہاں ہے، ابھی تو آپ کی کال[ونی کی] سڑکوں کی خاک چھانی ہے۔" ماہین سینڈل اتا[رتے] ہوئے بولی۔

"چلو، کل میں آفس سے جلدی آ جاؤں گا۔ تمہیں گھمانے لے جاؤں گا۔ کھانا بھی باہر کھ[ائیں] گے۔"

ہادی نے فیاضی دکھائی، وہ تینوں ہی پرجوش ہو[...] لاؤنج میں بہن بھائیوں کی محفل جم گئی تھی۔ سب مختلف جگہوں پر جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ [...] لگانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھانے کے بعد اماں اسے لے کر کمرے میں چلی گئیں۔ وہ اس[...] جانے کیا اگلوانا چاہ رہی تھیں، وہ ہوں ہاں کرکے [...] دیتی رہی۔

"کیا بات ہے، نیند آ رہی ہے؟" اماں نے [...] کے چہرے سے اندازہ لگایا۔

"جی اماں! آج بہت عرصہ بعد اتنا پیدل چلی ہو[ں] کافی تھکاوٹ ہو رہی ہے۔" اس نے مصنوعی کسل[مندی] طاری کی تھی۔

"اچھا چلو پھر جا کر سو جاؤ، ورنہ کل اور تھکا[وٹ] ہو جائے گی۔" انہوں نے پیار سے اس کے بال [...] ہوئے کہا۔ وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ہادی لاؤنج میں ہی تھا۔ کمرے میں پہنچ کر پہلے اس [...] کوفت بھری نظر صوفے پر ڈالی۔ رات کا منظر ذہن [میں] تازہ ہو گیا لیکن اگلے ہی لمحے خالی بیڈ کو دیکھ کر آنکھ[یں] چمکی تھیں۔

UrduPhoto.com

آج بھی میں ہی قربانی کا بکرا کیوں بنوں۔ بڑی اماں کی فکر تو ان ہی کو ہے' خود ہی اپنا بندوبست کریں۔"

بڑے اطمینان سے بیڈ کے عین درمیان میں تکیہ رکھ کر اس نے چادر سر تک تان لی۔ آج تھکاوٹ بہت زیادہ تھی کافی تھی۔ لہٰذا فوراً نیند آگئی۔ آدھی رات کو آنکھ کھلی تو ہادی کارپٹ پر کشن سر کے نیچے لگائے آڑا ترچھا لیٹا ہوا نظر آیا۔

"ہائے پتا نہیں لڑھک کر نیچے ہیں یا سوئے ہی نیچے تھے۔" اسے ترس بھی آیا اور ہنسی بھی۔

"چلو جو بھی ہے' مجھے کیا۔" ڈھٹائی سے کروٹ بدل کر چادر دوبارہ تان لی۔

☼ ☼ ☼

"میں ندا کو اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔" ناشتے کے وقت بڑی اماں نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ وہ کافی دنوں سے دونوں کے معمولات کا بغور مشاہدہ کر رہی تھیں اور حقیقت تک پہنچ کر انہیں از حد رنج ہوا تھا' اسی لیے انہوں نے سنجیدگی سے ندا کو تیاری کرنے کو کہا تھا۔ ندا کی تو گویا دل کی کلی کھل گئی تھی۔ اس نے جھٹ اثبات میں گردن ہلادی جبکہ ہادی کچھ الجھ گیا تھا۔

"لیکن اماں....." ماہین نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس کوئی لیکن ویکن نہیں' میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔" وہ بہت سنجیدہ تھیں۔

"یہ اچانک آپ کو کیا سوجھی۔ دس پندرہ دن میں مجھے چھٹی مل جائے گی۔ میں خود ہی لے آؤں گا۔" ہادی نے لہجے کو سرسری بنانا چاہا تھا۔

"مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے۔ تم کیا جانو اپنی ذمہ داریاں۔" بڑی اماں کی نگاہوں میں شکوہ تھا۔ اس نے گھور کر ندا کو دیکھا۔ یقیناً اس نے کچھ نہ کچھ بتایا ہوگا۔ جھنجلاہٹ ہوئی۔ بمشکل چہرے کے تاثرات کنٹرول کیے۔

رات کو کمرے میں اس نے شدت سے انتظار کیا تھا۔ وہ جوں ہی کمرے میں داخل ہوئی' اسے عین کمرے کے وسط میں کھڑا دیکھ کر رک سی گئی۔

"تم ذرا اندر تو آؤ۔" اسے بازو سے پکڑ کر اندر کیا اور فوراً ہی دروازے کو لاک لگا دیا۔ وہ سراسیمہ سی کھڑی ہو گئی۔

اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

"کھڑی کیوں ہو' بیٹھ جاؤ۔" ڈپٹ کر کہا گیا۔

"کک... کیا بات ہے۔" اس نے تھوک نگلا۔

"کھا نہیں جاؤں گا تمہیں' بیٹھ جاؤ سکون سے۔"

ایک بار پھر ڈپٹا گیا۔ وہ بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی جبکہ وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم نے اماں سے کیا کہا ہے؟" کافی دیر تک اسے بغور دیکھنے کے بعد پوچھا۔

"میں نے تو کچھ نہیں کہا' آپ نے منع جو کر دیا تھا۔" اس نے فوراً وضاحت کی۔

"میں نے منع کیا اور تم مان گئیں' اتنی تو فرمانبردار ہو تم۔" لہجے میں طنز تھا۔

"آپ بے شک یقین نہ کریں مگر سچ یہی ہے۔" وہ بھی چڑ گئی تھی۔

"تو پھر اماں تمہیں ساتھ کیوں لے جا رہی ہیں؟" اگلا سوال منطقی تھا۔

"مجھے کیا معلوم' آپ ان ہی سے پوچھیں۔" وہ اس تفتیش سے جھنجلا گئی۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر تم نے اماں سے کچھ نہیں کہا ہے تو پھر انکار کر دو کہ تم ان کے ساتھ نہیں جا رہیں۔" بے نیازی سے حکم دیا گیا۔

"جی کیا مطلب...؟" وہ کھڑی ہو گئی۔

"میرا یہی مطلب ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"لیکن کیوں؟" اس نے جرح کی۔

"تم نے اماں سے پوچھا کہ وہ کیوں لے کر جا رہی ہیں؟ نہیں نا۔ تو بس پھر مجھ سے بھی مت پوچھو۔" وہ آرام سے بولا۔

ندا حیران پریشان کھڑی اس کی شکل دیکھتی رہی پھر اچانک ذہن میں کوندا سا لپکا۔ یہ مجھے کیوں روک رہے

UrduPhoto.com

ہیں۔ یقیناً کوئی نہ کوئی مقصد ہوگا اور مقصد اسے جلد ہی سمجھ میں آگیا۔ جب ہی وہ منت بھرے لہجے میں مخاطب ہوئی۔

"دیکھیں پلیز، آپ مجھے جانے دیں، میں بڑی خوشی کے ساتھ اماں اور بڑے ابا کے ساتھ رہ لوں گی اور آپ بھی اپنی خواہش پوری کر لیجیے گا بلکہ آپ چاہیں تو یہ بات ہمیشہ صیغہ راز میں رہے گی۔ اب میں بڑے ابا سے بھی کچھ نہیں کہوں گی۔"

دل میں اٹھتی ٹیسوں کو دباتے ہوئے اس نے بڑی خوش اسلوبی سے معاملہ سلجھانا چاہا۔

"کون سی خواہش ہے میری اور کیا نہیں کہو گی تم بڑے ابا سے؟۔" ہادی کے کان کھڑے ہوئے۔

"سیما کے متعلق، آپ اسی سے شادی کرنا چاہتے ہیں نا۔ آپ یقین کریں، میں آپ کے ساتھ تعاون کروں گی۔"

اس کی آنکھوں میں ایک آنسو چمکا تھا جسے کمال مہارت سے اس نے چھپایا اور ہادی نہایت حیرت سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ (غالباً" امید نہیں تھی کہ وہ اس راز سے واقف ہوگی)

"تم سے کس نے کہا کہ میں سیما سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" کچھ توقف کے بعد حیرانی پر قابو پاتے ہوئے پوچھا گیا۔

"میں نے ٹیلی فون پر آپ کی بات سنی تھی۔" ڈرتے ڈرتے بتایا۔

"کب کا ذکر ہے یہ۔" جرح کی گئی۔

"بہت پرانی بات ہے، جب آپ گھر آئے ہوئے تھے۔ رات کو ٹیلی فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ میں پانی پینے اٹھی تھی، اتفاقاً" ساری بات سن لی۔" اب بات سامنے آہی گئی تھی تو وہ بھی تفصیل سے بتانے لگی۔

"اور اب تم میرے راستے سے ہٹنا چاہ رہی ہو، ہے نا؟" وہ کتنا ظالم لگا تھا اسے، وہ یہ سوال کرتے ہوئے۔ بہرحال آنسو پیتے ہوئے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ ہادی کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ نمودار ہوئی جسے

اس نے فوراً" چھپا لیا تھا۔

"مجھے بتایا گیا تھا کہ تم نے بی ایس سی کیا ہوا ہے۔ پوچھ سکتا ہوں اس اطلاع میں کتنی صداقت ہے؟" کچھ وقفے کے بعد اس نے بالکل ہی مختلف سوال کیا۔ اس بے تکے سوال پر ندا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہیں معلوم ہے میری کوالیفکیشن کیا ہے؟۔" ندا کے جواب دینے سے پہلے ہی اگلا سوال ہوا۔

"ICMA - میں نے ابو کے کہنے پر کیا تھا، ورنہ میں شروع سے ہی سیما کرنا چاہ رہا تھا۔ CIMA ڈگری کا نام ہے بے وقوف لڑکی۔" ہادی نے اس کی کم علمی پر تاسف کا اظہار کیا تھا۔ وہ حق دق اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"اگر آپ کسی اور سے شادی نہیں کرنا چاہتے تو پھر مجھ سے ناراض کیوں تھے؟۔" ذرا جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ابو کی وجہ سے۔" فوراً" جواب دیا۔

"کیوں، اس میں بڑے ابا کہاں سے آگئے؟۔" حیران ہوئی۔

"وہی تو آئے ہیں۔ بچپن سے لے کر جوانی تک میری زندگی کے ہر اہم فیصلے پر ابو نے زبردستی اپنی مرضی مسلط کی ہے۔ البتہ مجھے یہ اعتراف ہے کہ ان کے کیے گئے فیصلے میرے لیے بہترین ثابت ہوئے لیکن پھر بھی زبردستی کے کیے گئے فیصلوں کی وجہ سے میں بھی ضد میں آجاتا ہوں۔ آخر بیٹا تو ان ہی کا ہوں نا۔"

"لیکن بڑے ابا تو آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔" اس نے بڑے ابا کی حمایت کی۔

"جانتا ہوں، لیکن محبت کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ وہ تو محبت بھی گن پوائنٹ پر کرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ایک بار جب میں شاید 6th کلاس میں تھا۔ ابو کی پوسٹنگ کسی چھوٹے سے شہر میں ہوگئی۔ انہوں نے مجھے بورڈنگ میں داخلہ دلوا دیا۔ پورا ایک سال میں گھر والوں سے دور رہا۔ رو رو کر اماں کو خط

UrduPhoto.com

لکھے، فون کیے لیکن ابو کا فیصلہ نہ بدلا۔ ایک سال بعد شاید میری اور اماں کی دعاؤں کی وجہ سے پوسٹنگ دوبارہ اسی شہر میں ہوگئی لیکن وہ ایک سال میری زندگی کا خوف ناک ترین سال تھا۔ گھر والوں سے دور، بالکل تنہا۔"

ہادی اپنی زندگی کے اوراق پلٹ رہا تھا۔ اور وہ حیرانی سے اس کا یہ روپ دیکھ رہی تھی۔

"پھر بہت سے مواقع ایسے آئے جب ابو نے میرے فیصلے پر اپنا فیصلہ مسلط کیا، پروفیشن چننے سے لے کر بیوی کے انتخاب تک، بس اسی بات سے میرے دل میں ان کے لیے بدگمانی بڑھتی گئی۔ ورنہ اگر وہ محبت اور اعتماد میں لے کر مجھے قائل کرتے تو میں بخوشی راضی ہوجاتا۔ لیکن ان کے رویے کی وجہ سے میرے دل نے بھی بغاوت کی ٹھان لی۔"

"تو آپ واقعی کسی کو پسند نہیں کرتے؟" اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"یہ میں نے کب کہا۔" اس کی مسکراہٹ پر اسرار ہوئی۔

"تو پھر مجھے کیوں روک رہے ہیں؟" وہ جھنجلا گئی۔

"ایک بات تو بتاؤ تم نے معاملات بگاڑنے میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے کیا؟" وہ بھی جواباً جھنجلایا۔

"مجال ہے کہ کوئی بات سیدھی طرح تمہاری عقل میں آجائے، تمہیں معلوم ہے جس دن میں ابو کے کمرے میں بیٹھا تھا اور تم نے آکر دھماکا کر دیا تھا تو میں کیا بات کرنے والا تھا۔" ہادی نے یاد دلایا۔

"دوسری شادی کی؟" ندا نے سادگی سے جواب دیا۔

"تمہاری اس عقل مندی نے تو مجھے اس وقت بھی شدید ترین مشکل صورت حال سے دوچار کر دیا تھا۔ احمق لڑکی! میں اس روز ابو سے کہنے آیا تھا کہ یہ لڑکی مجھے اچھی لگنے لگی ہے۔ میرے سونے گھر کو آباد کرنے کے لیے اسے میرے ساتھ رخصت فرما دیجیے۔"

اس نے اتنے غصے سے کہا کہ ایک لمحے کو تو ندا کو

بات سمجھ میں ہی نہیں آئی اور جب سمجھی تو یکدم سر اٹھا کر ہادی کو دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے سٹپٹا کر گردن جھکالی۔

"میں واقعی بہت بے وقوف ہوں۔" آخری نتیجہ یہی اخذ کیا۔

"اچھا، یہ اعتراف ہے یا اطلاع؟" اس کی بڑبڑاہٹ سن کر ہادی نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

اس نے سر اٹھا کر شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ دلکش انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"اگر ساری بات یہی تھی تو اتنا عرصہ آپ نے مجھ سے ایسا رویہ کیوں اختیار کیے رکھا؟" شکوہ لبوں سے پھسلا۔

"دیکھو! اب یہ تم زیادتی کر رہی ہو۔ کم از کم رویے وغیرہ کو میرے کھاتے میں مت ڈالو، تمہارا رویہ اور برتاؤ تو جیسے بہت بہترین تھا۔ میں نے جتنی بار بھی پیش قدمی کی سوچا تمہارے رویے نے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ تمہیں تو گویا میرے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق ہی نہ پڑتا تھا۔ کبھی احساس دلایا کہ میں تمہارے لیے اہم ہوں؟ بلکہ الٹا پیٹھ پیچھے مجھے جن، بھوت کہہ کر تو مخاطب کیا ہے تم نے۔" اب شکوہ کرنے کی باری ہادی کی تھی۔ اس شکوے پر وہ چپکی ہوگئی۔

"بہرحال یہ اناؤں کی جنگ تھی اور اماں کی آمد نے صورت حال بدل دی ہے۔" ہادی نے بات جاری رکھی۔

"اوہ، تو گویا صرف اماں کی وجہ سے یہ سارا اسکرپٹ لکھا گیا ہے۔" شک کا کیڑا دوبارہ دماغ میں کلبلانے لگا تھا اور اس بار اظہار کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"اب اگر تم نے اس قسم کی کوئی اور بات کی تو میں تمہارا گلا دبا دوں گا۔" وہ واقعی جھنجلا گیا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری تمہارے ساتھ زندگی گزرے گی کیسے؟" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے گہرا سانس بھر کر بولا، وہ تھوڑا سا دور ہٹی۔

"بھاگو مت......" ہادی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

UrduPhoto.com

"میری ساری زندگی تو تمہیں اپنی محبت کا یقین دلانے میں ہی بیت جائے گی۔" اس نے جیسے سرگوشی کی۔ پرندا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس بار آنکھوں میں ایک نیا ہی جہان آباد نظر آیا۔ اس نے سٹپٹا کر نظریں جھکالیں۔

"تمہیں معلوم ہے مجھے تم سے محبت کب ہوئی؟" اس کے چہرے پر آئی لٹ کو آہستگی سے کھینچتے ہوئے پوچھا۔ اس نے بوکھلا کر اثبات میں گردن ہلادی۔

"اچھا' بتاؤ پھر کب ۔۔۔؟" آنکھوں میں شریر سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"پرسوں' جب میں نے آپ کے کہے بغیر آپ کی پسندیدہ ڈش تیار کی تھی۔" اس کے اتنا درست اندازہ لگانے پر ہادی نے بہت مشکلوں سے اپنی ہنسی ضبط کی۔

"نہیں' اس دن تو عشق ہوا تھا۔ محبت تو اس روز ہوئی تھی جب تم نے مجھے کہے بغیر جوشاندہ بنا کر پلایا تھا۔" نہایت سنجیدگی سے اسے اطلاع دی تھی۔ اس کی محبت پر ندا نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں کے تاثرات دیکھ کر اپنی حماقت کا احساس ہوگیا۔

"اچھا' پلیز مجھے جانے دیں' بڑی اماں کو گرم دودھ کے ساتھ دوا دینی ہے۔" اس نے کترا کر نکلنا چاہا۔

"ٹھیک ہے اور ساتھ اماں کو یہ بھی بتا دینا کہ تم ان کے ساتھ نہیں جارہی ہو۔"

"لو' میں کیوں کہوں۔" وہ دامن بچا گئی۔

"پھر میں کہہ دوں گا کہ آپ کی بہو نے ساری رات منتیں کی ہیں کہ کسی طرح بڑی اماں کا فیصلہ بدلوا دیں۔" ہادی نے دھمکی دی تھی۔

"آپ یہ ہرگز نہیں کہیں گے۔" وہ بوکھلا گئی۔

"پھر کیا کہوں؟" بڑے دلکش انداز میں نظریں ... جملہ ... مجھے نہیں پتا۔" اس کی نظروں سے گھبرا کر وہ اٹھ ... ہوئی۔

"اچھا ۔۔ سنو تو۔" ہادی نے ہاتھ پکڑ کر روکا۔ "یوں کرتے ہیں اماں کے پاس اکٹھے چلتے ہیں۔

فی الحال جانے سے معذرت کرلو۔ میں دس دن بعد تمہیں خود لے جاؤں گا' وعدہ رہا۔ اور ویسے بھی ابو سے اپنی نالائقیوں اور کوتاہیوں کی معافی بھی مانگنی ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ لڑکی ڈھونڈنے کی مشقت سے بچالیا۔ بغیر محنت کیے اتنی اچھی بیوی مل گئی۔ سیماب سے بھی اچھی۔" وہ شرارتی انداز میں بولا۔ تو وہ جھینپ کر مسکرادی اور پھر ہادی کی معیت میں بڑی اماں کے پاس جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔

گزرا وقت بیت چکا تھا اور اسے یقین تھا کہ آنے والے وقت نے اپنے دامن میں اس کے لیے بہت سی خوشیاں سمیٹ رکھی ہیں۔

سنجیو کپور کی کتاب "کھانا خزانہ" کی کامیابی کے بعد لذیذ کھانوں کی ترکیبیں

انڈین کھانے

سنجیو کپور

قیمت : 250/- روپے

ڈاک خرچ : 30/- روپے

آج ہی گھر بیٹھے منگوانے کے لئے 280/- روپے کا منی آرڈر یا ڈرافٹ ارسال کریں۔

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37۔ اردو بازار۔ کراچی

فون: 2216361

UrduPhoto.com